احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

خصوصی اشاعت

جمعرات 16 فروری 2006ء

پاک نسلیں

حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار مدینہ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر نبی کے متبعین ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی اتباع کی توفیق پائی ہے اللہ سے دعا کریں کہ ہماری اولاد بھی ہمارے نقش قدم پر چلنے والی ہو۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے اللہ سے یہ دعا کی۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب اتباع الانصار حدیث نمبر:3503)

روزنامہ

الفضل

C.P.L 29-FD ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org

Email: editor@alfazl.org

جمعرات 16 فروری 2006ء 17 محرم 1427 ہجری 16 تبلیغ 1385 ہش جلد 56-91 نمبر 35

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئیوں کی روشنی میں مصلح موعود کی 52 علامات کا تذکرہ

اللہ نے حضرت بانی سلسلہ کو پسر موعود کے متعلق تفصیل سے خبریں دیں ان الہامات اور پیشگوئیوں کی روشنی میں خود حضرت مصلح موعود نے آنے والے موعود کی 52 علامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضور کی 1944ء کے جلسہ سالانہ کی تقریر ''الموعود'' سے یہ اقتباس پیش خدمت ہے

یہ بڑی تفصیلی پیشگوئی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ آنے والا اپنے اندر کئی قسم کی خصوصیات رکھتا ہوگا۔ چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔ دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔ تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔ چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔ پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔ چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہوگا۔ ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہوگا۔ آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب دولت ہوگا۔ .... دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ .... بارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہوگا۔ تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہوگا۔ چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہوگا۔ پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ سولھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اٹھارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔ بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزند دلبند ہوگا۔ اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی کہ وہ گرامیٔ ارجمند ہوگا۔ بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاول ہوگا۔ تیئسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الآخر ہوگا۔ چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الحق ہوگا۔ پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر العلاء ہوگا۔ چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کأن اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا۔ ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہوگا۔ اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہوگا۔ تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہوگا۔ اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔ بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہوگا۔ انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہوگا۔ ....

اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ...... اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔ چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہوگا۔ پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہوگا۔ چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالم کباب ہوگا۔ سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن واحسان میں حضرت مسیح موعود کا نظیر ہوگا۔ .... پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہوگا۔ اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہوگا۔ باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہوگا۔

(الموعود صفحہ 72)

نوٹ: اس شمارہ میں خالی صفحات پر اشتہارات ہیں۔

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:-

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین (-) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب (-) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ (-) خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلاء (-) جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امرا مقضیا''

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ روحانی خزائن جلد نمبر 5 ص 647)

عقیدت کا سلام

(جناب پنڈت میلا رام صاحب وفا ایڈیٹر ویر بھارت دہلی)

نیک بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا جہاں
ابتدائے آفرینش سے ہے ایسا انتظام
آج بھی مرزا بشیر الدین احمد اے ندیم
اس جہاں میں ایک ہیں نیکی مجسم لا کلام
موجزن سینے میں ہر دم اپنے بیگانے کا درد
اور خواہاں دیکھنے کے ہر کسی کو شاد کام
خلق کی خدمت میں حاجت مند کی امداد میں
امتیاز ہندو و مسلم سے بالا تر مدام
سینکڑوں بیوائیں تقسیم وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں ان کی دعا گو صبح و شام
بیسیوں محتاج ہندو، درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک بالالتزام
قادیاں میں اور گردو پیش کے دیہات میں
ہے زباں زدان کے خیراتی شفاخانے کا نام
مختصر یہ ہے کہ ہر انداز سے ہر رنگ میں
ہر طرف جاری ہے سال و ماہ جوئے فیض عام
اور پیرو ان کے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
گامزن رہتے ہیں راہ حق پہ روز و شب تمام
آدمیت کا نمونہ ان کا ہے ایک ایک فرد
سربسر انسانیت کے پیکر ان کے خاص و عام
حلم کی، اخلاص کی، اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام
آشتی و امن ہے ان کا اصول اولیں
اور سارے مذہبوں کے ہادیوں کا احترام
سمجھو ہر شرنارتھی کو اپنا مہمان عزیز
ان کا ہے جزو عمل حضرت کا یہ زریں پیام
ان روایات حسیں کا جو علمبردار ہے
پہنچے اس فرقہ کے رہبر کو سلام

(الفرقان ربوہ اگست تا اکتوبر 1963ء)

پبلشر آغا سیف اللہ، پرنٹر سلطان احمد ڈوگر مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/8 روپے

حضرت مصلح موعود کے بعض اہم تاریخی کارنامے

آپ اپنی جماعت کو کامیابی و کامرانی سے فتح و نصرت کی نئی منازل کی طرف لے کر چلے

مبشر احمد خالد صاحب

14 مارچ 1914ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق مخلصین جماعت احمدیہ کی دردمندانہ دعاؤں کے ساتھ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی پردرد اور مقبول دعاؤں کا عظیم ثمرہ تھے۔ آپ کا وجود قبولیت دعا کا ایک زندہ اور مجسم معجزہ تھا۔ دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی۔ دعاؤں نے آپ کو خلعت وجود بخشا، دعائیں ہی آپ کا سرمایہ حیات رہیں۔ دعاؤں کی لوریاں سنتے ہوئے آپ کا بچپن گزرا، گنگناتی ہوئی دعائیں آپ کو تھپک تھپک کر سلایا کرتی تھیں اور دعاؤں کی نرم و ملائم آواز ہی آپ کو خواب راحت سے بیدار کرتی تھی۔ آپ کی تعلیم دعا کے ساتھ ہوئی، آپ بیمار ہوئے تو دعاؤں سے اچھے ہوئے، آپ کمزور ہوئے تو دعاؤں نے ہی آپ کو توانائی بخشی، زندگی کے ہر گزرے ہوئے دور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کہا اور زندگی کے ہر آنے والے دور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ ہر دروازہ جو آپ پر کھلا دعاؤں کے ساتھ کھلا اور ہر باب جو بند ہوا دعاؤں کے ساتھ بند ہوا۔

حضرت مصلح موعود کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی نہایت مشکل اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر مشکل وقت میں اپنے خاص فضل اور رحم کا سہارا دیا اور خطرناک سے خطرناک وادی سے آپ اپنی جماعت کو نہایت کامیابی اور کامرانی سے بچاتے ہوئے فتح و نصرت کی نئی منازل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

دوست تو الگ رہے اولوالعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زمرہ میں بھی شامل نہ تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپ کے ثبات قدم سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں کہ:۔

”مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا“۔

لاریب آپ نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک ”صاحب شکوہ اور اولوالعزم“ مرد تھے جس کے سر پر خدا کا سایہ تھا۔

خلافت ثانیہ کا مبارک دور 14 مارچ 1914ء کو شروع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کو ختم ہوا۔ گویا خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ دور تقریباً باون سال تک جاری رہا اس عرصہ میں حضور نے سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے اتنے کارنامے سرانجام دیئے اور ان کے اتنے عظیم الشان نتائج نکلے کہ اس سارے وقت میں ان کو گنوانا بھی ممکن نہ ہوگا۔ لیکن میں آپ کے سنہری کارناموں میں سے صرف چند ایک پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔

استحکام خلافت

خلافت کے بابرکت منصب پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ کو فتنہ انکار خلافت کا سامنا کرنا پڑا۔ جسے حضور نے ہر لحاظ سے ناکام بنا دیا۔ انتخاب خلافت کے ساتھ ہی منکرین خلافت نے تمام ابلاغ و اشاعت کے ذرائع بروئے کار لاتے ہوئے سارے ہندوستان میں نظام خلافت کی تردید میں ایک خطرناک اور زہریلے پروپیگنڈا کی مہم بڑی سرعت کے ساتھ شروع کر دی۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پروپیگنڈا کا یہ منصوبہ خفیہ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی میں ہی تیار کر کے آپ کی وفات کے بعد پھیلایا گیا کہ اگر اس (نعوذ باللہ) غیر ذمہ دار، کچی عمر کے نوجوان کی قیادت کو جماعت احمدیہ نے قبول کر لیا تو دیکھتے ہی دیکھتے جماعت احمدیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا اور قادیان پر مخالف قابض ہو جائیں گے۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بکثرت رسائل اور اشتہارات کے ذریعے جماعت پر اصل صورتحال واضح فرمائی اور منکرین خلافت کے ہر قسم کے اعتراضات کا مؤثر جواب دیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے آپ کا اشتہار ”کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے“ بشدت ہماری توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ اشتہار جہاں ایک طرف آپ کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں اور رواضح قوت استدلال سے روشناس کرواتا ہے وہاں آپ کے توکل علی اللہ، عزم صمیم، یقین کامل اور خلوص قلب کی بھی روشن دلیل ہے جس کی طرف واضح طور پر پیشگوئی مصلح موعود میں ذکر ملتا ہے۔

دعوت الی اللہ کا نظام

احمدیت دین حق کی اشاعت کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خلعت خلافت زیب تن کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ ایک طرف تو آپ نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و تفسیر تیار کرنے کا کام نئے سرے سے شروع کر دیا تاکہ اس کے ذریعے اکناف عالم میں دین حق کی اشاعت ہو سکے اور دوسری طرف آپ نے مربیان تیار کرنے اور پھر انہیں دنیا کے مختلف ممالک میں بھجوانے کا انتظام کیا جسے بعد میں تحریک جدید کے سپرد کر دیا گیا۔ انگلستان کے بعد سب سے پہلے ماریشس میں احمدیہ مشن قائم ہوا جہاں پر حضور نے حضرت صوفی غلام محمد صاحب کو بھیجا پھر امریکہ میں سلسلہ احمدیہ کے پرانے بزرگ اور حضرت مسیح موعود کے رفیق حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعے دین حق کا پیغام پہنچایا گیا پھر مغربی افریقہ میں سلسلہ کے ایک بزرگ رفیق حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر تشریف لے گئے۔ ان بزرگوں کے ذریعے کثرت کے ساتھ لوگ دین حق میں داخل ہوئے اور خدا تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی کامیابی بخشی۔ براعظم امریکہ، براعظم یورپ، براعظم افریقہ کے بہت سے ممالک کے علاوہ فلسطین، لبنان، شام، عدن، مصر، کویت، بحرین، دوبئی، برما، سیلون، ہانگ کانگ، سنگاپور، جاپان، انڈونیشیا، شمالی بورنیو، فلپائن اور ملائیشیا میں بھی جماعت احمدیہ آپ کے سنہری دور خلافت میں قائم ہو چکی تھی۔ دنیا کے کناروں تک احمدیت کے پیغام کا پہنچنا حضرت مصلح موعود کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت مصلح موعود کے اسی عظیم کارنامے کا ذکر پیشگوئی مصلح موعود کے ان الفاظ میں بڑے واضح طور پر کیا گیا ہے کہ:۔

”وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا“

تعلیم و تربیت کا خیال

دعوت حق کے کام کو وسیع کرنے کے ساتھ ہی ساتھ آپ کو جماعت کی تعلیم و تربیت کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ اس غرض سے آپ نے مردوں اور عورتوں میں الگ الگ قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا جو بعد میں کتابی صورت میں تفسیر کبیر کے نام سے شائع ہو گیا۔ یہ تفسیر علمی اور تربیتی لحاظ سے انتہائی اعلیٰ درجے کا شاہکار ہے۔ متعدد مخالف علماء نے بھی اس کی تعریف کی اور اقرار کیا کہ مذہب کی اور قرآن مجید کی اہمیت کا اور دین حق کی حقیقی خوبیوں کا علم جس طرح ان تفسیروں سے حاصل ہوتا ہے اس طرح اور کسی کتاب سے نہیں ہو سکتا بہت سے لوگ حضور کی لکھی ہوئی ان تفسیروں کو ہی پڑھ کر ہدایت پا گئے۔ ان تفسیروں کو پڑھ کر قرآن مجید کو سمجھنے کا اور اس کے مضامین کا علم حاصل کرنے کا ایک خاص ذوق اور ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ ہمارے پیارے امام حضرت مصلح موعود کے درجات کو بہت بہت بلند کرے جنہوں نے یہ تفسیر لکھ کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا۔

حضور کی یہ تفاسیر پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ یہ پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ اس سے ظاہر ہوگا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، کے پورا ہونے کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ پھر حضور نے قرآن مجید کا سلیس، سادہ اور بامحاورہ اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا اور اس کے ساتھ ضروری مقامات پر تفسیری نوٹ بھی لکھے۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے 1957ء میں تفسیر صغیر کے نام سے شائع ہوا۔ یہ اپنوں اور غیروں میں بہت مقبول ہے۔

جماعتی تنظیم

جماعت کی تربیت کے لئے دوسرا ذریعہ حضور نے خطبات اور تقاریر کا اختیار فرمایا۔ تقریباً ہر دینی مسئلہ پر اور تربیت کے ہر پہلو پر حضور نے تقاریر فرمائیں اور خطبات دیئے۔ یہ تقاریر بہت ہی پُراثر اور جماعت کی علمی ترقی اور تربیت کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئیں۔ حضور نے 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا نظام قائم فرمایا اور پھر تمام جماعتوں میں باقاعدہ عہدیدار منتخب کرنے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کرنے کا انتظام فرمایا جس کی وجہ سے جماعت ہر لحاظ سے منظّم ہو کر کام کرنے لگی۔

جماعت کی تربیت کے لئے حضور نے 1922ء

میں احمدی عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ قائم فرمائی پھر 1926ء میں ان کے لئے ایک علیحدہ رسالہ ''مصباح'' کے نام سے جاری فرمایا۔ 1928ء میں ''نصرت گرلز ہائی سکول'' قائم کیا اور 1951ء میں بمقام ربوہ ''جامعہ نصرت'' قائم کیا جس میں احمدی بچیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتی ہیں۔ ان اداروں میں دینی تعلیم کا بھی انتظام فرمایا۔ 1938ء میں حضور نے احمدی نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی نیز احمدی بچوں کے لئے ''اطفال الاحمدیہ'' اور بچیوں کے لئے ''ناصرات الاحمدیہ'' کی تنظیم قائم کی اور چالیس سال سے اوپر کی عمر کے احمدیوں کو منظّم کرنے کے لئے ''مجلس انصار اللہ'' قائم فرمائی۔ ان تنظیموں نے جماعت کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم حصہ لیا اور رہتی دنیا تک کرتی رہیں گی۔ ان کی وجہ سے جماعت کا کام کرنے کے لئے ہزاروں کارکنوں کی ٹریننگ ہوئی اور انہوں نے اپنے اپنے وقت پر جماعت کی نمایاں خدمت میں حصہ لیا۔ 1922ء میں حضور نے مجلس مشاورت کا نظام جماعت میں قائم فرمایا۔ سال میں ایک دفعہ خلیفہ وقت کے حکم سے تمام احمدی جماعتوں کے نمائندے جنہیں وہ جماعتیں خود منتخب کرتی ہیں مرکز میں جمع ہوتے ہیں اور جماعت کے متعلق جو معاملات خلیفہ وقت کی خدمت اقدس میں مشورہ کے لئے پیش کئے جائیں ان کے متعلق یہ نمائندے اپنی رائے اور مشورے پیش کرتے ہیں۔ خلیفہ وقت ان مشوروں میں سے جو بھی مناسب سمجھتے ہیں انہیں منظور کرلیتے ہیں اس طرح ساری جماعت کو جماعت کے معاملات کو سمجھنے اور مشورہ دینے کا موقع ملتا ہے۔

بعض اوقات جماعت کے لوگوں میں آپس میں جو شکر رنجیاں پیدا ہوجاتی ہیں ان کا فیصلہ کرنے کے لئے حضور نے 1925ء میں محکمہ قضا قائم کیا جو کہ قرآن کریم کے حکموں اور دینی تعلیم کے مطابق تمام جھگڑوں کا فیصلہ کردیتا ہے اور احمدیوں کو عدالتوں میں اپنے مقدمے لے جانے نہیں پڑتے۔

تحریک شدھی

حضور کا ایک بہت عظیم کارنامہ شدھی کی تحریک کا استیصال کرنا ہے۔ 1923ء میں آریہ سماجی راہنما شدھی تحریک میں اپنی بظاہر فتح میں بہت مسرور تھے اور بڑے تکبر سے یہ خبریں دے رہے تھے کہ:۔

''نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جارہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں''

ان حالات میں اولوالعزمی کا یہ پیکر اس عزم و ہمت کے ساتھ میدان عمل میں اترا کہ رہتی دنیا تک دین حق کے دفاع کے باب میں ایک زندہ جاوید مثال قائم کردی۔ آپ آریہ سماج کے اس وار کے سامنے اپنے غلاموں کو لے کر بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہوگئے۔

اس جنگ میں آسمانی بادشاہت کے دولہا کی قیادت میں مجاہدین احمدیت کے ہاتھوں شدھی تحریک کو جس عبرتناک ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس کا اقرار مختلف شخصیات نے برملا کیا۔ چنانچہ شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ کا بیان اخبار زمیندار میں ان الفاظ میں چھپا:۔

''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ جماعت احمدیہ......کی انمول خدمت کررہی ہے جو ایثار اور کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھادی''۔

اسیروں کی رستگاری

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک خالص مذہبی جماعت کے لیڈر تھے اس لئے آپ ملک کے سیاسی معاملات میں براہ راست حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ آپ کے دل میں مومنوں کے لئے بہت ہمدردی تھی اور ملکی معاملات کا ان پر بھی اثر پڑتا تھا اس لئے آپ نے کئی نازک اور ضروری مواقع پر بڑی عمدگی کے ساتھ ان کی راہنمائی اور مدد کی یوں پیشگوئی مصلح موعود کے یہ الفاظ حرف بحرف آپ کے بابرکت وجود میں پورے ہوئے کہ:۔

''وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''

حضور کی کوشش سے حکومت نے ایک ایسا قانون بنایا جس میں مذہبی پیشواؤں کی عزت کی حفاظت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کے انعقاد کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔

تحریک جدید

حضور اقدس نے 1934ء میں مخالفت کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک تحریک کا اعلان فرمایا جس کا نام حضور نے تحریک جدید رکھا۔ اس تحریک میں حضور نے 19 مطالبات جماعت کے سامنے رکھے ان خطبات میں یہ مطالبے بھی شامل تھے۔

(1) اشاعت دین کے لئے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں۔

(2) احمدی ایک خاص چندہ میں حصہ لیں جس کے ذریعے دین حق کی بیرونی ممالک میں اشاعت کی جائے گی اس چندہ کو چندہ تحریک جدید کہتے ہیں۔

(3) تمام احمدی سادہ زندگی اختیار کریں حتی الامکان سادہ کھانا کھائیں، سادہ لباس پہنیں، کوئی احمدی سینما نہ دیکھے، کوئی احمدی بیکار نہ رہے۔ ان باتوں کی اصل غرض یہ تھی کہ ہم اپنے اخراجات کم کرکے زیادہ سے زیادہ رقم جمع کرکے چندہ میں دے سکیں۔

یہ تحریک بہت ہی بابرکت ثابت ہوئی اس کی وجہ سے دنیا کے بہت سے ممالک میں جماعت کے مشن قائم ہوئے۔ ہزاروں لوگوں نے احمدیت قبول کی۔ کئی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے شائع ہوئے۔ جماعت میں قربانی اور اخلاص کی ایک لہر دوڑ گئی۔

1957ء میں حضور نے ملک کے دیہاتی علاقوں تک پیغام حق پہنچانے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے بھی ایک تحریک جاری فرمائی جس کا نام وقف جدید رکھا۔ اس تحریک کے تحت حضور نے احمدی نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ وہ دیہات میں رہ کر لوگوں کو دعوت الی اللہ کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ چنانچہ بہت سے نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ یہ تحریک اب خدا کے فضل کے ساتھ بہت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے اور بین الاقوامی حیثیت اختیار کرچکی ہے اور اس کے ذریعے ملک کے وسیع دیہاتی علاقوں میں نہایت مفید کام ہورہا ہے۔

حضور کے دور خلافت میں جماعت احمدیہ کے خلاف کئی فتنے ظاہر ہوئے ان میں سے بعض فتنے تو اتنے خطرناک تھے کہ جن کو دیکھ کر مخالف سمجھتا تھا کہ اب نعوذ باللہ احمدیت دنیا سے مٹ جائے گی مگر ہر فتنے کا حضور نے انتہائی بہادری سے مقابلہ کیا اور پہلے سے یہ اعلان کردیا کہ یہ فتنے ناکام ہوجائیں گے اور احمدیت کی کشتی خدا کے فضل سے آگے ہی آگے بڑھتی چلی جائے گی۔ چنانچہ واقعی حضور کی پیشگوئی پوری ہوتی رہی ہر فتنہ ناکام ہوا اور احمدیت کی کشتی اکناف عالم کے کناروں سے جالگی۔

بعض فتنوں کا مختصر اً ذکر درج ذیل ہے:۔

1934ء میں مخالفین نے ملک میں وسیع پیمانے پر فتنہ کھڑا کیا۔ جماعت احمدیہ کے متعلق سخت غلط فہمیاں پھیلا دیں۔ اس وقت کی انگریزی حکومت کے بعض اعلیٰ افسر بھی اور خود گورنر پنجاب بھی جماعت کے خلاف ہوکر مخالفین کی مدد کرنے لگے۔ ان لوگوں نے قادیان میں جمع ہوکر جلسے کئے اور احمدیت کو مٹا دینے کا دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے۔ عین اس زمانے میں جبکہ یہ فتنہ زوروں پر تھا۔ حضرت اقدس نے اپنے خطبہ میں خدا تعالیٰ کے اشارے سے یہ اعلان فرمایا کہ:۔

''زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں تلے سے نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں''

اس اعلان کے بعد جلد ہی خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ دشمن بدنام ہوگئے ان کا جھوٹا ہونا سب پر ظاہر ہوگیا اور اس طرح بجائے احمدیت کو مٹانے کے وہ خود تباہ ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو کچھ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔

نصرت الٰہی

1953ء میں مخالفین نے پاکستان میں پھر نئے سرے سے جماعت پر حملہ کیا اس دفعہ انہوں نے اپنی طرف سے 1934ء سے بھی زیادہ خطرناک حالات جماعت کے لئے پیدا کئے۔ احمدیت کے خلاف جلسے کرکے اور جلوس نکال کر سارے ملک میں گویا احمدیت کے خلاف ایک نفرت کی وسیع آگ پیدا کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیوں کو لوگ طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے ان کے اموال کو لوٹنے لگے۔ اس وقت حکومت پنجاب کے اہلکار بھی ان کی پیٹھوں پر تھپکیاں دے رہے تھے۔ غرض انتہائی خطرناک حالات احمدیت کے لئے پیدا کردیئے گئے مگر اسی زمانے میں جبکہ یہ فتنہ انتہائی زوروں پر تھا ہمارے امام حضرت فضل عمر نے یہ اعلان فرمایا کہ:۔

''احمدیت خدا کی قائم کی ہوئی ہے ...... اگر یہ لوگ جیت گئے تو ہم جھوٹے ہیں لیکن اگر ہم سچے ہیں تو یہی لوگ ہاریں گے'' چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ یہ فتنہ بھی ناکام ہوگیا اور خود فتنہ پھیلانے والے ذلیل ہوئے اور ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ واقعی خدا تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں جماعت کی مدد کی اور جو لوگ احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے خواب دیکھتے تھے ان کے خواب ادھورے رہ گئے اور وہ ذلیل اور ناکام ہوئے۔

حفاظت قادیان

1947ء میں پاکستان قائم ہونے پر ملک میں خطرناک فسادات شروع ہوگئے۔ ضلع گورداسپور جس میں قادیان واقع تھا بھارت میں شامل کردیا گیا۔ حضرت اقدس نے قادیان کی آبادی کو حفاظت کے ساتھ پاکستان پہنچانے کے لئے دن رات کام کیا جہاں اور لوگ لاکھوں کی تعداد میں لوٹے گئے اور مارے گئے۔ وہاں احمدی جماعت کے اکثر افراد حضور کی راہنمائی میں بڑی عمدگی کے ساتھ ایک خاص انتظام کے ماتحت پاکستان پہنچ گئے۔ دوسری طرف آپ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں احمدیوں کو آباد رکھنے کا بھی نہایت اعلیٰ انتظام کیا چنانچہ اب بھی وہاں پر ایک بڑی تعداد میں احمدی درویشان قادیان کے نام سے آباد ہیں۔

قیام ربوہ

قادیان سے ہجرت کے بعد پاکستان میں آکر ربوہ جیسی عظیم الشان بستی آباد کرلینا اور جماعت احمدیہ کا دوبارہ مرکز تعمیر کرلینا حضرت مصلح موعود کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جماعت لٹ لٹا کر پاکستان آئی تھی۔ قادیان کے احمدی جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ حضور نے تھوڑے سے عرصے میں ہی ربوہ کی زمین حکومت سے حاصل کرکے 20 ستمبر 1948ء کو یہاں پر جماعت احمدیہ کے نئے مرکز کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان بستی قائم کرکے دکھادی۔ ربوہ کا قیام حضور کا ایک بے نظیر کارنامہ ہے۔ دیگر مسلمان لاکھوں کی تعداد میں بھارت سے ہجرت کرکے آئے تھے۔ ان کی تنظیمیں بھی موجود تھیں مگر کسی کو اس طرح کی

بستی آباد کرنے کی توفیق نہ ملی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے ربوہ کی تعمیر کے وقت پاکستان بھر کے بڑے بڑے اخباروں کے نمائندگان کو ربوہ کی مجوزہ جگہ دیکھنے کی دعوت دی اور ربوہ کا مجوزہ نقشہ دکھاتے ہوئے تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر لاہور کے مشہور کالم نویس بابا وقار انبالوی مرحوم نے اپنے اخبار روزنامہ ''سفینہ'' میں لکھا کہ:۔

گزشتہ اتوار کو امیر جماعت احمدیہ نے لاہور کے اخبارنویسوں کو اپنی نئی بستی ربوہ کا مقام دیکھنے کی دعوت دی اور انہیں ساتھ لے کر وہاں کا دورہ کیا۔ اس دورے کی تفصیلات اخباروں میں آچکی ہیں۔ ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے سبق ہے۔ ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں سے بھی اجڑے اور یہاں بھی کسمپرسی نے انہیں منتشر کئے رکھا یہ لوگ مسلمان تھے۔ رب العلمین کے پرستار اور رحمۃ للعلمین کے نام لیوا۔ مساوات و اخوت کے علمبردار لیکن اتنی بڑی مصیبت بھی انہیں یکجا نہ کرسکی۔ اس کے برعکس ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے ہیں لیکن ان کی تنظیم، ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان تعمیر کرنے کی ابتداء کردی۔ مہاجرین ہو کر وہ لوگ بھی آئے جن میں ایک ایک آدمی خدا کے فضل سے ایسی بستیاں بسا سکتا تھا لیکن ان کا روپیہ ان کی ذات کے علاوہ کسی غریب مہاجر کے کام نہ آسکا۔ ربوہ ایک اور نقطہ نظر سے بھی ہمارے لئے محل نظر ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی بستیاں اس نمونے پر بسا سکتی ہے۔ اس لئے ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کچھ دعویٰ کئے بغیر کر دکھاتے ہیں''۔

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے حضرت مصلح موعود کی ایک وصیت تحریر کرنا چاہتا ہوں جو حضور نے اگست 1947ء میں ہجرت کے موقع پر فرمائی تھی۔ اس کا ایک ایک لفظ ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔ سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو، (-) کی آواز پست نہ ہو، خدا کا نام ماند نہ پڑے، قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کراؤ، زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں ہوتے رہیں، خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو، صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو، خدا تمہارا ہو اور تم خدا کے''۔

آمین!

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطان بیاں تیرا انداز خطیبانہ

مرزا خلیل احمد قمر صاحب

رفقاء حضرت اقدس کی نظر میں مصلح موعود کون ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نظر میں تو مصلح موعود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ہی تھے۔ آپ جس طرح صاحبزادہ صاحب کا غیر معمولی عزت و احترام کیا کرتے تھے وہ۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے جید رفقاء کے لئے حیرت کا باعث ہوتا کہ آپ خلیفۃ المسیح ہو کر صاحبزادہ صاحب کا اس قدر خیال رکھتے ہیں۔

ذیل میں چند ایسے رفقاء حضرت اقدس کا ذکر کرنا مقصود ہے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کو ہی سبز اشتہار میں موعود فرزند کا مصداق سمجھتے تھے اس میں بعض ایسے احباب کا بھی ذکر ہے جو بعد میں جماعت سے الگ ہو کر حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخالف ہوگئے تھے۔

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب نے کئی مرتبہ کلاس میں درس دیتے ہوئے فرمایا کہ میں حضرت مسیح موعود کی کتاب ازالہ اوہام کی بناء پر حضرت محمود کو موعود فرزند سمجھتا ہوں کیونکہ حضور نے وہاں تحریر فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہو گا۔ جس کو کئی باتوں میں ...... سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کرے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا۔ اور ان کو جو شبہات کے زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 180)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ یقین رکھتا تھا اور یقین رکھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ اس لئے میں نے کبھی اس کلاس میں کرسی پر بیٹھ کر نہیں پڑھایا جس میں حضرت محمود تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ میں نے حضرت محمود سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بلند روحانی مقام عطا فرمانے والا ہے۔ اس وقت ہم گنہگاروں کا بھی خیال رکھیں۔

(رفقاء احمد جلد پنجم حصہ سوم ص 30-29)

حضرت سید محمد احسن امروہوی صاحب

حضرت سید محمد احسن صاحب امروہوی نے جلسہ سالانہ 1910ء کے موقعہ پر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی تقریر اور تفسیر قرآن سن کر فرمایا۔

ایک یہ بھی الہام تھا کہ انا نبشرک بغلام مظہر الحق و العلا۔ جو اس پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعود کے بارہ میں ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب موجود ہیں منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انہوں نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا اور سنایا ہے اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے ہیں۔ وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انہیں معمولی سمجھے اور کہے یہ تو کل کے بچے ہیں ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں اور کھیلتے کودتے پھرتے تھے تو یاد رہے یہ فرعونی خیالات ہیں چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ سے یہی کہا تھا (۔) کیا میں نے بچپن میں تیری پرورش نہیں کی اور تو اپنی عمر سے کئی سال یہاں نہیں رہا۔ اور تو نے وہ کرتوت کیا جو کیا۔ اور تو کفران نعمت کرنے والا ہے۔

میرے بھائیو ایسا خیال کسی کے دل میں آئے تو استغفار پڑھے کیونکہ فرعون کا برا انجام ہوا۔ جو تم کو معلوم ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر 26 جنوری 1911ء ص 2)

پھر مولوی محمد احسن صاحب امروہوی مرحوم نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا

جبکہ صدہا یہ الہام زور شور سے پورے ہوئے تو جو الہام ذریت طیبہ کے لئے ہیں۔ کیا وہ پورے نہ ہوں گے۔ کلا و حاشا ضرور پورے ہوں گے ایہا الاحباب ان الہامات پر بھی کامل ایمان ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ نومن ببعض و نکفر ببعض کی وعید میں کوئی آجائے نعوذ باللہ خصوصاً ایسے حالات ہیں کہ آثار ان الہامات کے پورے ہونے شروع ہوگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے ہماری کل جماعت کے وہ (یعنی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد ناقل) امام ہیں اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے۔ جیسے کہ الہام میں تھی۔ اور میں نے تو ارہاص کے طور پر یہ سب ارشاد مشاہدہ کئے ہیں اس لئے میں مان چکا ہوں کہ یہی وہ فرزند ارجمند ہیں۔ جن کا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر 26 جنوری 1911ء ص 4)

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم بمبئی حضرت اقدس مسیح موعود کے بہت مخلص اور فدائی رفیق تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی پہلی شادی اکتوبر 1903ء کے موقعہ پر ایک ٹوپی کا تحفہ حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا تھا۔

ٹوپی پر مصلح موعود سے متعلق یہ الہام درج تھا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سیٹھ صاحب اور دوسرے اکابر رفقاء حضرت اقدس اس وقت بھی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے مصلح موعود ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 55)

مولوی محمد علی صاحب

مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز جو بعد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے خلافت پر متمکن ہونے پر جماعت سے الگ ہو کر لاہور چلے گئے تھے۔ آپ بھی صاحبزادہ صاحب کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ آپ ہی حضرت مسیح موعود کے فرزند موعود ہیں چنانچہ آپ نے تشحیذ الاذہان کے پہلے شمارے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور (دین) کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے.......... جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو یہ چاہئے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی........... غور کرو کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہوسکتا ہے؟ اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو مارچ 1906ء ص 118-119)

مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی ذات کو حضرت اقدس کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہے۔

حضرت مصلح موعود کی پاکیزہ سیرت کے چند نمایاں پہلو

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) کی زندہ جاوید تحریر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود فی ذاتہ ایک کائنات تھے ایک حسین وجمیل کائنات وسیع و عریض جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا اور حسن و جمال کا بیان مجھ سے کہیں بہتر علم اور قابلیتوں کے حامل انسان کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک ایسے شخص کا تقاضا کرتا ہے جو صرف صاحب قلم اور صاحب نظر ہی نہ ہو بلکہ روحانیت میں بھی بلند مقام رکھتا ہو۔ تاکہ اس لحاظ سے بھی حضور کی شخصیت کے تمام لطیف پہلوؤں کو بھی اجاگر کر سکے۔ انہیں نچلی سطح کے بسنے والوں کیلئے قابل فہم بنا سکے۔ تب بھی درحقیقت وہ اس بیان کا حق ادا نہیں کر سکے گا جب تک اسے ایک طویل عمر حضرت اقدس کے ساتھ رہ کر آپ کی زندگی کے مختلف ادوار میں بدلتی ہوئی عمریں، بدلتے ہوئے قویٰ اور ان پر اثر انداز ہونے والے بدلتے ہوئے پرسکون یا ہنگامہ خیز حالات میں آپ کی شخصیت کے ہر ردعمل کا مطالعہ کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

ظاہر ہے کہ ایسے وجود تو انہی لوگوں میں سے دستیاب ہو سکتے تھے جن کا بچپن پھر جوانی اور بڑھاپا حضور کے ساتھ ساتھ کٹے اور حضور کے جلو میں چلتے ہوئے خدمت (دین) کی انہی راہوں پر کمال اخلاص و وفا کے ساتھ انہوں نے قدم مارے۔ جن راہوں پر حضور اپنے ان تمام ساتھیوں کو لے کر تادم آخر چلتے رہے۔ یہ روحانی سفر اس وقت بھی جاری تھا جبکہ حضور کے جسمانی قدم ابھی ایک معصوم بچے کے چھوٹے چھوٹے قدم تھے اور مشقت کی زندگی سے ناآشنا تھے اور اس وقت بھی جاری تھا جب ان جسمانی قدموں میں جوانی کی جان پڑی۔ اور اس تیز رفتاری سے اٹھنے لگے کہ بڑے بڑے مضبوط اور قوی خدام بھی آپ کے قرب کو برقرار رکھنے کیلئے بھاگ بھاگ کر اپنے پیچھے رہتے جسموں کو آگے بڑھایا کرتے تھے۔ پھر یہ سفر اس وقت بھی جاری تھا جبکہ بڑھاپے کی کمزوری سے ٹانگیں نحیف ہو چکی تھیں اور گو آپ صاحب فراش تھے لیکن آپ کی قیادت میں قوم اسی طرح تیز رفتاری کے ساتھ منزل کی جانب بڑھتی رہی۔

غرضیکہ مختلف جسمانی کیفیتوں اور عمر کے مختلف ادوار سے قطع نظر آپ کا روحانی سفر جاری رہا۔ بچپن میں بھی جاری رہا اور جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی اور ہر آنے والے دن نے آپ کو پہلے سے بلند تر مقام پر پایا لیکن آپ کے ہم عمر وہمجولی بھی تو اکثر وبیشتر اپنی پیدائش کے مقصد کو بکمال پورا کر کے اپنے رب کی طرف لوٹ چکے ہیں اور عظیم روحوں کا یہ عظیم قافلہ بڑے عزم اور استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر چلتا ہوا سرحد ادراک سے آگے نکل چکا ہے۔ بہت کم لوگ ان میں سے باقی ہیں جو جانتے ہیں کہ سفر کی مختلف منازل میں اس قافلہ پر کیا گزری اور سالار قافلہ کمال دانش وحکمت کے ساتھ کیسے کیسے آڑے وقتوں میں اس قافلہ کو ہر ہلاکت سے بچاتا ہوا لے نکلا۔ کیسے کیسے فضلوں کا سایہ اس کے اور اس کے ہمرکابوں کے سر پر رہا اور کیسے کیسے افضال واکرام کی بارشیں انہوں نے دیکھیں۔

حضرت اقدس کے عرصۂ حیات کے ساتھ جس حد تک میرا عرصۂ حیات منطبق ہوتا ہے مجھے اس تمام عرصہ میں حضور کو بیک وقت دو حیثیتوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک بیٹے کی حیثیت سے، دوسرے مرید اور مبائع کی حیثیت سے، یا بالفاظ دیگر بیک وقت حضور کی دو حیثیتیں میرے پیش نظر رہیں ایک باپ کی اور دوسرے ایک خلیفۃ المسیح کی۔

ہوش کے زمانہ سے لے کر 37 سال کی عمر تک مجھے مذکورہ بالا دو حیثیتوں سے حضور کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اور اس عرصہ میں مجھے ایک امر بسااوقات ورطۂ حیرت میں ڈالتا رہا اور وہ حضور کی شخصیت کی ہمہ گیری ہے حضور اپنی ذات میں ایک زندہ کائنات تھے یا قرآنی اصطلاح میں ''امت'' کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ بیسیوں انسانوں کے خواص آپ کی تنہا ذات میں جمع تھے اور بلاشک آپ نے ایک تنہا شخص کے دائرہ حیات میں بیسیوں آدمیوں کی زندگی بسر کی ہے اتنے معمور الاوقات اور اپنے صرف کردہ اوقات سے اپنی توجہ کی اتنی زیادہ قیمت وصول کرنے والے لوگ دنیا میں کم کم اور شاذ شاذ نظر آتے ہیں۔

آپ ایک بلند مرتبہ مذہبی رہنما تھے۔ ایک عظیم فلسفی اور حکیم بھی کہ جن پر تقدیر امم اور قوموں کے بلند و پست راز کھولے گئے تھے ایک بلند پایہ شاعر اور ایک اعلیٰ درجہ کے نثر نگار۔ ایک ایسے مقرر جن کی قوت بیان اور سحر آفرینی کا سکہ دشمن کے دل پر بھی چلتا تھا۔ آپ کا بیان دلوں پر جادو کرتا تھا اور قوت فکر کو حیران چھوڑ جاتا تھا۔ دوران خطابت بسااوقات ایسے لمحے بھی آتے تھے کہ گویا جمیع حاضر دلوں کی کنجیاں آپ کو عطا کی گئی ہیں اور جذبات اور افکار کی تاریں آپ کی انگلیوں سے الجھی ہوئی ہیں۔ آپ کی آواز ہر مردانہ حسن سے مزین تھی۔ بھری ہوئی پرسوز باوقار پرشوکت۔ ایک ایسی زندہ آواز جو ایک حال پر ٹھہرنا نہیں جانتی تھی۔ بلکہ مضمون کی مطابقت کے ساتھ زیروبم اختیار کرتی اور مقتضائے حال کے مطابق رونا اور ہنسنا جانتی تھی آپ کا ترنم ایک منفرد حیثیت رکھتا تھا اور آپ کی تلاوت اور مترنم آواز میں پڑھے اشعار میں بے پناہ سوز اور ایک ناقابل بیان جذب تھا۔

بحیثیت زبان دان آپ کا مقام اس صدی کی چیدہ شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اردو عربی اور فارسی ہر سہ زبان میں آپ کا منظوم کلام آپ کی زباندانی پر ہمیشہ زندہ گواہ رہے گا۔ انگریزی ادب میں بھی آپ کا مطالعہ جتنا وسیع تھا بہت کم انگریزی دان اس وسعت مطالعہ کا دعویٰ کر سکتے ہیں آپ اس تیزی سے کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے جیسے کوئی صبا رفتار گھوڑا سفر قطع کر رہا ہو۔ مگر حیرت ہے کہ مطالعہ کی اس تیز رفتاری کے باوجود ذہن مضمون کے باریک ترین پہلوؤں تک بھی رسائی پا جاتا تھا۔

یہ قلب ونظر کی باریکیاں اور ادبی لطافتیں ایک طرف اور ایک طرف تنومند قابل اور تجربہ کار زمیندار کی حیثیت سے آپ کی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں کے مطالعہ کیلئے نظر کو شرق تا غرب گھومنا پڑتا ہے۔ آپ کا زراعت کا علم اور تجربہ اور فن باغبانی میں آپ کی مہارت اور وسیع معلومات بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ماہرین زراعت کو انگشت بدنداں کئے دیتی تھیں۔

ایک طبیب کی حیثیت سے بھی آپ بلاشبہ اس دور کے حاذق اطباء کی صف اول میں شمار ہونے کے لائق تھے اور سینکڑوں شفایاب مریض آپ کے دست شفاء کی گواہی دینے والے آج بھی زندہ ہیں۔

آپ ایک ماہر ہومیو پیتھ تھے اور اس علم میں بھی آپ کا مطالعہ اپنی وسعت میں پاک وہند کے اکثر نامور ہومیو پیتھ ڈاکٹروں سے زیادہ تھا۔ آپ کے ہاتھوں میں غیر معمولی شفاء تھی جس کا ایک گواہ میں خود بھی ہوں یوں تو بیسیوں مرتبہ مختلف بیماریوں میں آپ کی مرسلہ ہومیو پیتھ دوائیں استعمال کیں اور فائدہ اٹھایا لیکن ایک مرتبہ تو اس سرعت سے فائدہ ہوا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ میں آدھے سر کی شدید درد میں مبتلا تھا جو اس حد تک تھی کہ منہ سے بات نکالنی مشکل تھی بمشکل اپنی والدہ حضرت سیدہ مہر آپا کو تکلیف سمجھا کر دعا اور دوا کی درخواست کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھجوایا جو دعا حضور نے کی وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو دوا حضور نے بھیجی منہ میں رکھ کر حضرت مہر آپا کے چند سوالات کے جواب دیتا رہا جس میں دو تین منٹ کا وقفہ صرف ہوا ہوگا آخر پر جب رخصت ہوتے وقت انہوں نے پوچھا کہ سر درد کا کیا حال ہے تو اس وقت مجھے یاد آیا کہ مجھے سر درد تھی۔ اس مختصر عرصہ میں سر درد کے پیچھے رہنے والے اثرات بھی مٹ چکے تھے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تنہا دعا کا اثر تھا یا دوا کا۔ دونوں ہی خدا تعالیٰ کے جاری کردہ قوانین ہیں۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اگر دعا کا اثر تھا تو وہ اس دوا کے لباس میں ظاہر ہوا تھا۔

جسمانی دنیا میں آپ کے دست شفا کے معجزے گو بہت کثیر اور بہت عجیب ہیں لیکن درحقیقت آپ کی شفا کا حلقہ دنیائے روحانیت سے تعلق رکھتا تھا اور اطباء روحانی میں آپ بلاشبہ اپنے زمانہ کے بے مثل طبیب اور سالار قافلہ تھے اور اس بلند بانگ دعویٰ کا حق رکھتے تھے کہ

مری طرف چلے آئیں مریض روحانی
کہ ان کے دردوں دکھوں کیلئے طبیب ہوں میں

اللہ تعالیٰ کی صفتِ لطیف سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور ہر معاملہ میں آپ کی باریک بینی اور لطافت امتیازی شان رکھتی تھی ایک طبعی سلاست اور روانی کے ساتھ آپ کا ذہن مشکل ترین امور کی تہہ تک اتر جاتا تھا اور سخت الجھے ہوئے معاملات کی گتھیاں سلجھا لیتا تھا ظاہر ہے کہ ایسا باریک بین ذہن جب ایک پاکیزہ اور مخلص دل کے ساتھ قرآن پر عاشق ہو جائے تو بشرط منشائے ایزدی معانی اور حکمتوں کے جہان روشن ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہی ہوا اور جب آسمانی ہدایت کا نور آپ کے مصفّٰی قلب و دماغ پر چمکا تو انوارِ قرآنی کا ایک دریا آپ کے قلب ونظر سے پھوٹ پڑا اور تفسیر کبیر جیسی بے مثل کتاب عشاق قرآن کو عطا ہوئی۔ یہ تفسیر کیا ہے۔ ظاہری اور باطنی علوم کا ایک موجزن سمندر ہے۔ ایک مفسر قرآن کی حیثیت سے ہی اگر آپ کی زندگی پر نظر کی جائے تو یہ زندگی ایک معجزہ تھی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کئی علمائے ربانی کی زندگیاں یکے بعد دیگرے آپ کو عطا ہوئیں تب ان کے اجتماعی مطالعہ کے نچوڑ نے اپنی پختگی کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ اس عظیم الشان تفسیر کو جنم دیا۔

ایک طرف اس عظیم الشان اور عالی مقام مفسر قرآن کو دیکھئے اور دوسری جانب اسی وجود کو ایک ایسے گھریلو انسان کے طور پر پہچاننے کی کوشش کیجئے جو اپنے بیوی بچوں کی بے تکلف مجلس میں بیٹھ کر لطیفوں اور کہانیوں سے ان کا دل بھی بہلانا جانتا ہے اور ان کی پہیلیاں بوجھتا اور اپنی پہیلیاں ان سے بجھواتا ہے۔ اور ان کے ساتھ کبھی پہاڑوں اور دلکش وادیوں اور کبھی دریاؤں کی سیر کو جاتا ہے اور کبھی خشکی کے اور کبھی دریائی پرندوں کے شکار کو نکلتا ہے۔ اور وہ دریا کے کنارے ہونے والے دوڑ کے مقابلوں میں پورے اہتمام سے حصہ لیتا ہے۔ جو تفریح کے مواقع پر اہل قافلہ آپس میں کرتے ہیں۔

اس مزاج میں ظاہر ہونے والی اس ہستی کے نقوش کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور اس چہرے کے خدوخال سے خوب آشنا ہو جایئے پھر ایک بار تدبر کے لباس میں بھی پہچاننے کی کوشش کیجئے کہ جو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ غیر معمولی فراست کی بناء پر قوموں کی زندگی اور موت کے راز ہائے کہنہ سے واقف ہے اور اپنے دور کی عالمی سیاست کی صرف باریکیوں سے ہی واقف نہیں بلکہ ان کے دوررس نتائج

پر بھی ایک دور بین نظر رکھتا ہے اور بڑے بڑے جہاندیدہ سیاستدان اپنی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانے کیلئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ۔ اللہ!! قدرت ربی کا یہ کیسا معجزہ ہے کہ ایک عظیم شخصیت کی صورت میں جہان معانی کے شرق وغرب اور شمال و جنوب کو محیط ہے آپ کی سیاسی بصارت اور دور بینی کے مضمون کو ہی اگر چھیڑا جائے تو ایک عظیم کتاب آپ کی شخصیت کے صرف اس پہلو پر لکھی جاسکتی ہے۔

آپ محنت کے ایسے عادی تھے کہ آپ کی روزمرہ زندگی کا پروگرام ایک مضبوط قویٰ کے حامل انسان کے لئے بھی کہ جسے مافوق العادت نصرت الٰہی حاصل نہ ہو اعصاب شکن ثابت ہوسکتا تھا۔ پنج وقتہ نماز باجماعت کی امامت، بیسیوں مختلف المزاج انسانوں سے روزانہ ملاقات، جماعت کی مختلف انجمنوں کے اور مجالس کے کام کی تفصیلی نگرانی اور رہنمائی۔ روزانہ سینکڑوں خطوط کا مطالعہ اور ان کے جوابات، ذاتی کاموں اور مشکلات کے سلسلہ میں روزانہ بیسیوں مشورے اور امداد کے طالبین کیلئے رہنمائی اور امداد، ہومیو پیتھ اور طبی علاج کے ضمن میں مریضوں کو مشورے تمام دنیا میں (دین) کے دشمنوں کی طرف سے کئے جانے والے خطرناک حملوں سے (دین) کا دفاع۔ اور ٹھوس علمی تحقیقات کے بعد تصانیف کی صورت میں ان کا مؤثر جواب۔ آئے دن سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کئے جانے والے حملوں کا دفاع اور ان کے جوابات روزانہ دینی اور متفرق موضوعات پر سینکڑوں صفحات کا مطالعہ، تمام جماعتی جائیداد اور کاروبار نیز اپنی ذاتی جائیداد اور کاروبار کی نگرانی، اپنے وسیع خاندان کی نگہداشت جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے سیر اور بعض اور کھیلوں میں حصہ لینا آئے دن مختلف تقریبات میں شمولیت اور طویل تقاریر، سخت تھکا دینے والے طویل کاموں کی سرانجام دہی کے بعد جب رات کے بارہ ایک یا دو بجے آپ سوتے تو تہجد کے لئے پھر طلوع فجر سے قبل آپ بیدار ہو جاتے تھے۔ اور (۔) اور بنی نوع انسان کی عمومی بہبود کیلئے دعائیں کرنے کے علاوہ ان سب پریشان حال لوگوں کیلئے دعائیں کرتے تھے جن کی پریشانی کے خطوط دن بھر موصول ہوتے رہتے تھے۔

آپ کی یادداشت حیرت انگیز تھی اور ہر شخص کی انفرادی مشکلات اور مسائل کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق پرسان حالی فرماتے تھے۔ ہزارہا غرباء اور مساکین بیوگان اور یتامیٰ کی جماعتی ذرائع سے بھی پرورش فرماتے تھے اور ذاتی ذرائع سے بھی۔ مشکلات کی کوئی ایسی قسم نہ ہوگی جس کے ضمن میں آپ سے امداد یا رہنمائی طلب نہ کی جاتی ہو۔ میاں بیوی کے جھگڑے، بھائی بہن کے اختلافات، برادری کی ناچاقیاں، لین دین اور جائیداد کے قضیئے، بیماریاں، قرض، زمیندارہ اور تجارت کے ضمن میں پیدا ہونے والے مسائل، رشتوں کی تلاش، روزگار کی فکر، نوکری کے جھگڑے، غرضیکہ انسانی زندگی کے ساتھ جتنے بھی مسائل متعلق ہوسکتے ہیں وہ سب اور صرف ایک زندگی کے ہی نہیں بلکہ ہزارہا زندگیوں کے وہ سب مسائل سلجھائے جانے کے لئے آپ کی سمت ہجوم در ہجوم بھیجے جاتے تھے شاید ہی کبھی کوئی ایسا موقع پیدا ہوا کہ آپ کو کاموں کی مداخلت کے بغیر کھانا کھانا نصیب ہوا ہو۔ بسا اوقات ایک ایک کھانے کے دوران چار چار پانچ پانچ مرتبہ صحن کا دروازہ کھٹکتا تھا اور ہم دوڑے دوڑے ضروری پیغام اور رقعے لانے دروازے کی طرف جایا کرتے تھے۔ کثرت کار کی وجہ سے آپ کو یہ عادت پڑ چکی تھی کہ بہت سے کام کھانا کھانے کے دوران ہی کرلیا کرتے تھے مثلاً رقعے پڑھ کر قابل تصفیہ امور سن کر ان کا جواب دینا یا اخبار کا مطالعہ کرنا وغیرہ۔ خصوصاً صبح کے ناشتے کے وقت تو روزمرہ کا دستور تھا کہ دوران ناشتہ ہی اخبار کے مطالعہ سے فارغ ہو جاتے تھے۔ ان شدید مصروفیتوں کے باوجود آپ بعض زائد دلچسپیوں کیلئے بھی وقت نکال لیتے تھے۔

عطر سازی اور دوا سازی میں آپ کو دلچسپی تھی۔ خصوصاً اول الذکر سے غیر معمولی شغف تھا۔ یوں تو سب احساسات غیر معمولی طور پر تیز تھے مگر قوت شامہ تو اپنی لطافت اور زود حسی میں استثنائی حیثیت رکھتی تھی بسا اوقات آپ ایسی لطیف بو کو بھی محسوس فرما لیتے تھے جو دوسرے سب موجود لوگوں کیلئے غیر محسوس ہوتی تھی۔ لیکن عندالتحقیق حضور کی قوت شامہ کی گواہی ہی سچی ثابت ہوتی۔ کئی پھولوں کے عرق آپ گھر میں ہی اپنی نگرانی میں نکلوایا کرتے تھے۔

گھوڑ سواری کا بھی آپ کو شوق تھا اور ایک ماہر گھوڑ سوار تھے۔ اسی طرح تیراکی میں بھی دلچسپی تھی اور تیراکی کی لمبی دوڑ میں جوانوں کو پیچھے چھوڑ جاتے تھے۔ مسلسل کئی گھنٹے تک تیر سکتے تھے۔

لان ٹینس بھی ایک عرصہ تک کھیلتے رہے اور ٹیبل ٹینس میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مسمریزم کا بھی ملکہ تھا لیکن اس فن کا مظاہرہ شاذ و نادر ہی کرتے تھے اور وہ بھی گھر کے بچوں کے اصرار پر اور زندگی کے آخری سالوں میں تو کلیۃً ترک کردیا تھا۔ اور مجھے یاد نہیں کہ ایک بار بھی مسمریزم کا کوئی مظاہرہ فرمایا ہو دراصل اس سلسلہ میں آپ کو کوئی خاص مشق کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی ایک آہنی عزم اور فولادی قوت ارادی عطا فرما رکھی تھی محض فن کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے کسی وقت معمولی توجہ سے آپ میں یہ قوت پیدا ہوگئی تھی۔

حضور کی شخصیت کا یہ ایک مختصر سا تعارف ہے جو دراصل ایک تعارف سے بھی کم ہے۔ اسے اگر حضور کی شخصیت کے ابواب کے عنوانات قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

جہاں تک سیرت کا تعلق ہے وہ ایک علیحدہ مضمون ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ آپ کے تعلق باللہ عشق رسول (۔) کیلئے درد، بنی نوع انسان سے گہری ہمدردی اور ان کی خاطر ایثار، بیوی بچوں، دوستوں، بہنوں، بھائیوں، اعزہ اقارب سے سلوک، دشمن سے سلوک، چھوٹوں سے پیار، بڑوں کا احترام، عورت کی عزت، مظلوم کیلئے غیرت، آپ کی وفا، امانت، دیانت، غیرت، خدا کا خوف، انسانوں سے بے خوفی حیا، بردباری، وقار، مہمان نوازی تحمل، صبر، مزاح اور اسی طرح فطرت انسانی کے بیسیوں پہلو ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور کی سیرت پر سیر حاصل بحث کی جاسکتی ہے۔ میں تنہا اپنی یاد سے بھی ان تمام عناوین پر سینکڑوں واقعات بیان کرسکتا ہوں لیکن یہ بیان ایک بہت ہی طویل محفل کا تقاضا کرتا ہے۔

افسوس اس عظیم الشان شخصیت سے جس کا وجود ایک معجزہ سے کم نہیں تھا اور جو اپنی ذات میں حق صداقت کی ایک روشن دلیل تھا آج دنیا کی بھاری اکثریت اس کی سیرت وکردار کی تفصیلات سے واقف نہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(الفضل 11 فروری 1970ء)

فرخ سلمانی

حیات مصلح موعود کے چند تابناک لمحات

سیدنا حضرت مصلح موعود کی ساری زندگی بے مثال جدوجہد اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے جلو میں آگے بڑھنے سے عبارت ہے۔ لیکن آپ کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آئے۔ جن میں کئے جانے والے فیصلوں نے آپ کی اور جماعت احمدیہ کی زندگی پر غیر معمولی اثرات چھوڑے۔ یہ وہ سنگ میل تھے جنہوں نے زمانے کا رخ بدل دیا۔ ایسی ہی چند یادگار اور انقلاب انگیز گھڑیوں اور لمحات کا تذکرہ حضور کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

زندہ خدا پر کامل یقین

’’جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں، اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان میں تبدیل ہوگیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا...... مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں ’’خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو‘‘۔ (سوانح فضل عمر جلد 1 ص 96)

نماز پر دوام

’’جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود کا ہے اور متبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا، پہن لیا تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کرلیا اور ایک کپڑا اچھا کر نماز پڑھنی شروع کردی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے ابھی باقی تھے۔ میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا۔ فلسفی کہے گا اعصابی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ مذہبی کہے گا تقویٰ کا جذبہ تھا۔ مگر میں جس سے یہ واقعہ گزرا کہتا ہوں، مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ اس وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا اور وہ رونا کیا بابرکت ہوا اور وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی! جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹیر یا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے پھر وہ کیا تھے؟ میرا خیال ہے وہ شمس روحانی کی گرم کردینے والی کرنوں کا گرایا ہوا پسینہ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے اگر یہ نہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟‘‘ (سوانح فضل عمر جلد 1 ص 97)

حضرت مسیح موعود پر ایمان

’’میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا‘‘۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 ص 96)

ایک عزم صمیم

آپ (حضرت مسیح موعود) کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہوگیا، اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب ...... اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔

انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں سستی کی بھی، چستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی تھی، اطاعت کی بھی، غفلت کی بھی مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی، ایسی علم کی گھڑی تھی، ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا، یقیناً وہ اسے جنون اور پاگل پن سمجھتی۔ مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں، انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 ص 178)

آغاز تحریک جدید

’’تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک بہترین گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 ص 2)

جب ایک باغ دوبارہ لگایا گیا

1947ء میں قیام پاکستان کے وقت جماعت احمدیہ کو اپنا مرکز قادیان چھوڑ کر پاکستان منتقل ہونا پڑا۔ قتل و غارت اور آتش زنی کے اس وسیع اور خونی چکر میں جماعت احمدیہ جیسی محدود وسائل والی پُرامن اور قلیل جماعت کا بیشمار مسائل سے دوچار ہونا لازمی امر تھا۔ پاکستان میں نئے مرکز کا قیام ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانے کے مترادف تھا۔ مصائب و آلام کی ان سیاہ گھڑیوں میں حضرت مصلح موعود نے اپنے اللہ کے حضور ایک اور تاریخی عہد کیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’جب حضرت مسیح موعود لاہور میں فوت ہوئے اس وقت میری شادی تو ہوچکی تھی لیکن بچہ کوئی نہیں تھا ایک بچہ پیدا ہوا تھا جو چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا اس وقت میں نے حضرت مسیح موعود کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عزم کیا تھا اور خدا تعالیٰ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر جماعت اس ابتلاء کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے اور ساری ہی جماعت مرتد ہوجائے تب بھی میں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود لائے اور اس وقت تک (دعوت الی اللہ) جاری رکھوں گا جب تک وہ صداقت دنیا میں قائم نہیں ہوجاتی۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے اب ایک اور عہد لینا چاہتا ہے۔ وہ وقت میری جوانی کا تھا اور یہ وقت میرے بڑھاپے کا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے جوانی اور بڑھاپے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جس عمر میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے کھڑا ہوجائے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو برکت مل جائے اسی عمر میں وہ کامیابی اور کامرانی حاصل کرسکتا ہے۔ لاہور ہی تھا جس میں میں نے وہ عہد کیا تھا اور یہاں پاس ہی کیلیاں والی سڑک پر وہ جگہ ہے شاید یہاں سے ایک لکیر کھینچی جائے تو وہ جگہ اسی کے محاذ میں واقع ہوگی بہرحال اسی لاہور اور ویسے ہی تاریک حالات میں میں اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہوئے یہ اقرار کرتا ہوں کہ خواہ جماعت کو کوئی بھی دھکا لگے میں اس کے فضل اور اس کے احسان سے کسی اپنے صدمہ یا اپنے دکھ کو اس کام میں حائل نہیں ہونے دوں گا۔ بفضلہ تعالیٰ و بتوفیقہ و بنصرہ جو خدا تعالیٰ نے (دین حق) اور احمدیت کے قائم کرنے کا میرے سپرد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میری تائید فرمائے۔ باوجود اس کے کہ میں اب عمر کے لحاظ سے ساٹھ سال کے قریب ہوں اور ابتلاؤں اور مشکلات نے میری ہڈیوں کو کھوکھلا کردیا ہے پھر بھی میرے حیی و قیوم خدا سے بعید نہیں امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے مرنے سے پہلے مجھے (دین حق) کی فتح کا دن دکھا دے‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 ص 7)

تبرکات

مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی

حضرت مصلح موعود کے علمی کارنامے

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے ''سلطان القلم'' کا خطاب مرحمت فرمایا تھا اور آپ کے قلم نے جس زور وقوت کے ساتھ سلطانی کی، اسے دنیا نے دیکھ لیا۔ آج اپنے ہی نہیں بلکہ پرائے بھی اس کے معترف ہیں۔ جو کتب آپ نے نہایت تحدی کے ساتھ لکھیں آج تک ان کا جواب کسی سے بن نہ آیا اور نہ آئندہ بن آئے گا۔

حضرت مصلح موعود اسی سلطان القلم کے فرزند تھے۔ جس کے قلم نے مذہبی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ آپ کو بھی اپنے مقدس باپ کے اس الٰہی عطیہ سے بہت کافی حصہ ملا اور آپ نے بھی علمی میدان میں اپنے قلم کے ذریعے وہ عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جو اپنی نظیر آپ ہیں اور کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔

اگر ان تمام علمی کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے جو حضرت مصلح موعود کے قلم حقیقت رقم نے اب تک انجام دیئے تو اس کے لئے بڑے وقت اور بڑی فرصت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں بہت ہی مختصر طور پر آپ کے علمی کارناموں کا ایک اجمالی تذکرہ یہاں پیش کرتا ہوں۔

حضرت مصلح موعود کے علمی کارنامے آپ کی وہ بلند پایہ کتابیں ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے تصنیف فرمائیں یا وہ معرکۃ الآراء تقریریں ہیں جو چھپ کر کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی ان کتابوں میں جو معارف بھرے ہوئے ہیں جن حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے جن متنازعہ فیہ مسائل کا فیصلہ کیا گیا ہے جن اہم امور پر قلم اٹھایا گیا ہے جن علمی، اخلاقی، سیاسی اور مذہبی سوجھ بوجھ اور بالغ نظری کا ان میں ثبوت دیا گیا ہے جو کارآمد بیش بہا اور قیمتی نصائح ان میں کی گئی ہیں۔ ان کے اظہار کے لئے کسی دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں۔ کتابیں موجود ہیں اور ہر شخص انہیں دیکھ کر آسانی سے اس امر کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کتب کے مصنف کا دماغ کتنا روشن اور کتنا بلند پایہ ہے اور اس نے جو بات کہی ہے وہ کتنی مدلل کتنی مکمل اور کتنی پُرمغز ہے؟ جس مذہبی یا سیاسی مسئلہ پر آپ نے قلم اٹھایا ہے اس کو ایسی عمدگی، خوبی اور سلاست کے ساتھ بیان کیا ہے کہ معاملہ کے تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں اور تشنگی باقی نہیں رہتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت فاروق اعظمؓ کے سینے کو ایک ایسے وسیع اور فراخ مکان کی مانند تصور کرو جس کے بہت سے دروازے ہیں اور ہر ایک دروازہ پر ایک صاحب کمال بیٹھا ہے۔ مثلاً ایک دروازہ پر سکندر ذوالقرنین اپنے دشمنوں کی طاقت کو پامال کرنے والی قوت کے ساتھ، دوسرے دروازہ پر نوشیرواں اپنے تمام عدل وانصاف اور رحم ومروت اور رعیت پروری کے ساتھ۔ ایک اور دروازہ پر امام ابوحنیفہ اپنے اجتہادی مسائل اور فہم قرآن کے ہمراہ۔ ایک دوسرے دروازہ پر شاہ عبدالقادر جیلانی اپنے زہد وتقویٰ کے ساتھ۔ ایک اور دروازے پر عبداللہ بن عمر قرآن وحدیث کے علم کے ساتھ اور ایک اور دروازہ پر مولانا جلال الدین رومی اپنی حکمت وموعظت کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور ہزار ہا انسان اس عالیشان مکان کے اردگرد کھڑے ہیں۔ ہر سائل اور حاجت مند اپنی حاجت اور ضرورت ان کے آگے پیش کرتا ہے اور کامیاب اور مطمئن ہو کر واپس چلا جاتا ہے''۔

بلا شائبہ وشک حضرت مصلح موعود کا پُرانوار سینہ بھی کمالات کا مخزن ہے جو آدمی جس قسم کا سوال خواہ وہ علمی ہو یا ادبی مذہبی ہو یا اخلاقی، سیاسی ہو یا معاشرتی آپ سے دریافت کرتا ہے۔ تو اس کا ایسا صحیح اور مکمل جواب پاتا ہے کہ اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ آپ کے جمعہ کے خطبات میں، آپ کے جلسہ سالانہ کی تقریروں میں اور آپ کی تصانیف اور تالیفات میں حقائق ومعارف کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحریریں معلومات کا ایسا مخزن ہیں جو بے انتہا علم اور معرفت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے دماغ روشن اور عقل تیز ہوتی ہے جن پر غور کرنے سے نئے نئے علوم کا انکشاف انسان پر ہوتا ہے اور بلاشبہ اس صداقت پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ''سلطان القلم'' کا یہ ''فرزند دلبند'' تحریر کے میدان میں بھی اپنے مقدس اور محترم باپ کا صحیح ترین جانشین ہے اور اس الہام الٰہی کا حقیقی اور واقعی مصداق ہے کہ ''وہ علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا''۔

آپ کی تالیفات اور تصنیفات میں قرآن کریم کے جو معارف اور دین حق کے جو حقائق بیان کئے گئے ہیں ان کی کوئی نظیر موجودہ دور کے کسی فاضل کی کتاب میں موجود نہیں۔ سیاسی مسائل کے متعلق جن گراں قدر خیالات کا اظہار آپ کی کتابوں میں کیا گیا۔ ان پر ایک دنیا عش عش کر چکی ہے اور انہیں پڑھ کر اغیار اور معاندین بھی خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔ اپنی جماعت کی اصلاح کے لئے جو بیش بہا نصائح ان کتابوں میں کی گئی ہیں ان پر عمل کرنے سے جماعت عروج وارتقاء کی انتہائی منزل پر پہنچ سکتی ہے۔ (مربیان) اور مجاہدین (دین) کی کامیابی اور کامرانی کے لئے جو گُر ان کتابوں میں آپ نے بیان کئے ہیں۔ وہ ہر زمانہ اور ہر دور میں ان لوگوں کے لئے جو (دعوت) واشاعت کے میدان میں قدم رکھیں مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ حالات حاضرہ پر وقتاً فوقتاً جس خوبی، جس عمدگی اور جس قابلیت کے ساتھ آپ نے اپنی تالیفات میں رائے زنی کی ہے۔ اس سے آپ کی اصابت رائے اور بلند نظری کا دشمنوں تک کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ مخالفین احمدیت کے وساوس کے جو تسلی بخش جوابات آپ نے اپنی تالیفات میں دیئے ہیں اور جن اعتراضات کی مدلل تردید آپ نے اپنی تصنیفات میں کی ہے۔ ان کا کوئی معقول جواب کبھی کسی سے بن نہ آیا۔ بعض تاریخی واقعات پر جو گہرے پردے پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے جس خوبصورتی سے ان کو اٹھا کر واقعات کا اصلی چہرہ لوگوں کو دکھایا ہے اس پر بڑے بڑے مؤرخ بول پڑے کہ ہم نے ایسی باتیں کبھی نہیں سنیں۔ غرض آپ کی تمام تصانیف بلا مبالغہ مذہبی، سیاسی، تاریخی اور معاشی معلومات اور حقائق کا نہایت ہی بیش بہا مجموعہ ہیں اور ان کو بغور مطالعہ کرنے اور پڑھنے سے انسان پر علوم ومعارف کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں۔ آپ نے ابتداء سے اس وقت تک جو کتابیں تالیف اور تصنیف کی ہیں ان سب کی مجموعی تعداد پونے دوسو کے قریب ہے اور یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ موجودہ دور کا کوئی بھی مصنف اتنی کتابیں نہیں لکھ سکا۔

آپ کی بعض اہم اور معرکۃ الآرا کتابوں کے نام یہ ہیں۔

احمدیت۔ اسلام اور دیگر مذاہب۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ انوار خلافت۔ آئینہ صداقت۔ اسلام اور ملکیت زمین۔ برکات خلافت۔ تحفۃ الملوک۔ تحفہ شاہزادہ ویلز۔ تقدیر الٰہی۔ تعلق باللہ۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر صغیر۔ ترک موالات اور احکام اسلام۔ چشمہ توحید۔ حق الیقین۔ حقیقت الرویا۔ حقیقت النبوۃ۔ دعوۃ الامیر۔ دنیا کا محسن۔ دیباچہ تفسیر القرآن۔ ذکر الٰہی۔ زندہ مذہب۔ سیرۃ النبیؐ۔ سیاسی مسئلہ کا حل۔ سیرت مسیح موعود۔ سیر روحانی۔ عرفان الٰہی۔ قبولیت دعا کے طریق۔ لوح الہدیٰ۔ منصب خلافت۔ ملائکۃ اللہ۔ مذہب اور سائنس۔ منہاج الطالبین۔ نجات۔ ہدایات زریں اور ہستی باری تعالیٰ وغیرہ۔

حضرت مصلح موعود کی ان چند کتابوں میں سے بعض کا بہت ہی مختصر تعارف آپ سے کرادوں تا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علمی کارناموں کی ایک بہت ہلکی سی جھلک دیکھ سکیں۔

آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ آپ کی تفسیر کبیر ہے۔ ان میں سے ہر جلد قرآنی حقائق ومعارف کا گنجینہ اور مذہبی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ قرآن کریم کی آیات کی دل پذیر اور دل نشین تشریح اس تفسیر میں کی گئی ہے۔ اس بے نظیر اور لاجواب تفسیر کی خوبی اسی وقت ظاہر ہو سکتی ہے جب اس کا مطالعہ کیا جائے۔ مطالعہ کرنے کے بعد انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ ھذا شیٌ عجیب۔

اس کے ساتھ ہی جو ضخیم تفسیر صغیر شائع ہوئی ہے۔ وہ بالخصوص اس لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی کہ اس میں آیات قرآن کا ترجمہ ایسا بامحاورہ۔ ایسا سلیس اور ایسا آسان کیا گیا ہے کہ بچے اور عورتیں بھی اسے بآسانی سمجھ لیتی ہیں۔

تفسیر القرآن کا دیباچہ بھی حضرت صاحب کی نہایت وقیع اور نہایت عالمانہ تصنیف ہے جو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے اور تفسیر کبیر کے مطالعہ سے قبل خاص طور پر پڑھنے کی چیز ہے۔

اس کے بعد میں جس خاص کتاب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اس کا نام اسلام میں اختلافات کا آغاز ہے۔ حضرت عثمان بن عفان کے متعلق اب تک بڑی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بعض صحابہؓ کو حضرت عثمان کی شہادت میں ملوث خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس موضوع پر اسلامیہ کالج لاہور میں 1919ء میں ایک نہایت ہی معرکۃ الآراء تقریر کی جس میں نہایت واضح اور روشن دلائل کے ساتھ آپ نے حضرت عثمان کے عہد پر روشنی ڈالی اور ہر الزام کو حضرت عثمان کے اوپر سے نہایت خوبی اور عمدگی کے ساتھ دور کیا۔ تقریر کے خاتمہ پر سید عبدالقادر مرحوم پروفیسر تاریخ اسلام اسلامیہ کالج کو کہنا پڑا کہ حضرت عثمان کے متعلق ایسا شاندار لیکچر آج تک کبھی نہیں دیا گیا۔ یہ تاریخی تقریر اپنی نوعیت میں بالکل نرالی تھی اور آج تک کوئی شخص حضرت عثمان کے متعلق اس سے بہتر کتاب نہیں لکھ سکا! احمدیت وہ لاثانی اور بے نظیر تقریر ہے جو 1934ء میں لندن کی مذہبی کانفرنس میں سنائی گئی۔ تمام دنیا کے مذاہب کے مقابلہ میں دین حق کو جس عمدگی کے ساتھ اس تقریر میں نمایاں کیا گیا ہے اس کا اعتراف کانفرنس میں شامل ہونے والے تمام حاضرین نے کیا۔ 1934ء سے لے کر آج تک یہ عظیم الشان کتاب مربیان کے ہاتھ میں دعوت الی اللہ کا بہترین ہتھیار رہی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ وہ متعدد تقریریں جو آپ نے سالانہ جلسوں پر کیں ان میں سے ہر تقریر آپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے۔

(الفضل 10/اپریل 1959ء)

پیشگوئی مصلح موعود کی سات اہم اغراض

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود اپنے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ یہ پیشگوئی جو دنیا کے سامنے کی گئی ہے۔اس کی کئی اغراض ہیں۔

اول یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے کہ جو زندگی کے خواہاں ہیں،موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔اگر یہ سمجھا جائے کہ اس پیشگوئی نے چارسوسال کے بعد پورا ہونا ہے تو اس کے معنے یہ بنیں گے کہ میں نے یہ پیشگوئی اس لئے کی ہے کہ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں وہ بے شک مرے رہیں چارسوسال کے بعد ان کو زندہ کردیا جائے گا۔یہ فقرہ بالبداہت باطل اور غلط ہے۔آپ فرماتے ہیں یہ چلہ اس لئے کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگ جو دین ...... سے منکر ہیں۔ان کے سامنے خداتعالیٰ کا ایک زندہ نشان ظاہر ہو اور جو......کی کرامت کا انکار کررہے ہیں ان کو ایک تازہ اورزبردست ثبوت اس بات کا مل جائے کہ اب بھی خداتعالیٰ ......کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔وہ الہامی الفاظ جو اس پیشگوئی کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہیں۔یہ ہیں کہ

”خدانے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں“۔

اب اگران لوگوں کے نظریہ کو صحیح سمجھ لیا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ مصلح موعود تین چارسوسال کے بعد آئے گا۔تو اس فقرہ کی تشریح یوں ہوتی ہے کہ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے تا کہ وہ لوگ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں مرے رہیں چارسوسال کے بعد ان کی نسلوں میں سے بعض لوگوں کو زندہ کردیا جائے گا مگر کیا اس فقرہ کو کوئی شخص بھی صحیح تسلیم کرسکتا ہے۔

دوسرے یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی تھی تا دین ......کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر عیاں ہو۔اس فقرہ کے صاف طور پر یہ معنے ہیں کہ دین......کا شرف اس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔اسی طرح کلام اللہ کا مرتبہ اس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔مگر کہا یہ جاتا ہے کہ خدا نے یہ پیشگوئی اس لئے کی ہے تا دین ......کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ آج سے تین سوسال کے بعد یا چارسوسال کے بعد جب یہ لوگ بھی مرجائیں گے۔ان کی اولادیں بھی مرجائیں گی اور ان کی اولادیں بھی مرجائیں گی۔لوگوں پر ظاہر کیا جائے جب نہ پنڈت لیکھرام ہوگا نہ منشی اندرمن مرادآبادی ہوگا نہ ان کی اولادیں ہوں گی اور نہ ان اولادوں کی اولادیں ہوں گی۔اس وقت دین......کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کیا جائے گا۔بتاؤ کہ کیا کوئی بھی شخص ان معنوں کو درست سمجھ سکتا ہے۔

تیسرے آپ نے فرمایا یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے تا کہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔اس کے معنے بھی ظاہر ہیں کہ حق اس وقت کمزور ہے اور باطل غلبہ پر ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسا نشان ظاہر ہو کہ عقلی اور علمی طور پر دشمنان ...... پر حجت تمام ہو جائے اور وہ لوگ اس بات کو ماننے پر مجبور ہوجائیں کہ ......حق ہے اور اس کے مقابل میں جس قدر مذاہب کھڑے ہیں وہ باطل ہیں۔

چوتھی غرض اس پیشگوئی کی یہ بیان کی گئی تھی کہ تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اب یہ غور کرنے والی بات ہے کہ لوگ خداتعالیٰ کو اس صورت میں کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے۔اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ تین سوسال کے بعد یا چارسوسال کے بعد ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے تم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاؤ گے کہ......کا خدا قادر ہے۔ایسی پیشگوئی کو لیکھرام کیا اہمیت دے سکتا تھا یا وہ لوگ جو اس وقت دین ...... پر اعتراضات کررہے تھے ......نشانات کو باطل قرار دے رہے تھے۔......کو ایک مردہ مذہب قرار دے رہے تھے۔ان پر کیا حجت ہوسکتی تھی کہ تم چارسو سال کے بعد خداتعالیٰ کو قادر سمجھنے لگ جاؤ گے۔چارسو سال کے بعد پوری ہونے والی پیشگوئی سے وہ لوگ خداتعالیٰ کو کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے۔وہ تو یہی کہتے کہ ہم ان زبانی دعووں کو تسلیم نہیں کرسکتے کہ چارسو سال کے بعد ایسا ہوجائے گا۔یہ تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے۔بات تب ہے کہ ہمارے سامنے نشان دکھایا جائے اور ......کے خدا کا قادر ہونا ثابت کیا جائے۔

پانچویں غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اگر اس پیشگوئی نے چارسوسال کے بعد ہی پورا ہونا تھا تو اس زمانہ کے لوگ یہ کس طرح یقین کرسکتے تھے کہ خداتعالیٰ حضرت مسیح موعود کے ساتھ ہے۔

چھٹی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اس کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول ......کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔اس کے معنی بھی یہی بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو میرے زمانہ میں......کی تکذیب کررہے ہیں۔ان کے سامنے میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ انہیں ......کی صداقت کی ایک بڑی کھلی نشانی ملے گی۔مگر ملے گی چارسوسال کے بعد جب موجودہ زمانہ کے لوگوں بلکہ ان کی اولادوں اور ان کی اولادوں میں سے بھی کوئی زندہ نہیں ہوگا۔

ساتویں آپ نے بیان فرمایا کہ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے تا کہ مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے اور پتہ لگ جائے کہ وہ جھوٹے ہیں۔چارسوسال کے بعد آنے والے وجود سے اس زمانہ کے لوگوں کو کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔

نوسالہ میعاد

پھر اشتہارات میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ ایسا لڑکا بموجب الہام الٰہی 9 سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوجائے گا۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام الٰہی اس کی پیدائش کو 9 سال میں ضروری قرار دیتا ہے۔یہاں اجتہاد کا کوئی سوال نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا 9 سال کے اندر ضرور پیدا ہوجائے گا۔پس تین یا چارسوسال کے بعد اگر کوئی شخص اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرے تو بہرحال ایسا شخص ہی اس کے مصداق ہونے کا اعلان کرسکتا ہے۔جو پیدا 9 سال میں ہوا ہو لیکن ظاہر تین سو یا چارسوسال کے بعد ہوا ہو۔کیونکہ الہام اس بات کی تعیین کرتا ہے کہ آنے والے موعود کو بہرحال 20 فروری 1886ء سے 20 فروری 1895ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہئے اس عرصہ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ (الموعود ص39)

میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔ پیشگوئی کے 4 پہلو

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

میں خداتعالیٰ کے فضل سے کئی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔

اول اس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا فضل احمد صاحب اور بشیر اول پیدا ہوئے۔اور چوتھا میں ہوا۔

دوسرے اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعود کے تین بیٹے ہوئے اور اس طرح میں نے ان تین کو چار کردیا۔یعنی مرزا مبارک احمد،مرزا شریف احمد،مرزا بشیر احمد اور چوتھا میں۔

تیسرے اس طرح بھی میں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود کی زندہ اولادمیں سے ہم صرف تین بھائی یعنی میں،مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔انہیں حضرت خلیفہ اول پر بڑا اعتقاد تھا۔مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانہ میں وہ احمدی نہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود کے ایک رویا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہدایت مقدر کی ہوئی ہے۔وہ رویا یہ ہے۔آپ نے دیکھا کہ

”مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے“۔ (تذکرہ ص488)

آپ کا مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ”یہ میرا بیٹا ہے“، بتارہا تھا کہ ان کے لئے آپ کی روحانی ذریت میں شامل ہونا مقدر ہے۔مگر حضرت مسیح موعود اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ وہ میرے ذریعے سے احمدیت میں داخل ہوگئے۔اس طرح حضرت مسیح موعود کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیرمعمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔چنانچہ بیعت کے بعد انہوں نے خود بتایا کہ میں ایک عرصہ تک اسی وجہ سے بیعت کرنے سے رکتا رہا کہ اگر میں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود کی کرتا یا حضرت خلیفہ اول کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا۔اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کرلوں۔مگر کہنے لگے،آخر میں نے کہا یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خداتعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنادیا۔کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہوگئے۔

پھر اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔1886ء میں حضرت مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کی تھی اور 1889ء میں میری پیدائش ہوئی 1886ء ایک، 1887 دو، 1888ء تین اور 1889ء چار۔گویا تین کو چار کرنے والی پیشگوئی میں یہ خبر دی گئی تھی کہ میری پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہوگی اور اس طرح میں تین کو چار کرنے والا بنوں گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔1886ء میں پیشگوئی ہوئی اور 1889ء میں اس پیشگوئی کے عین مطابق میری ولادت ہوئی۔

(الموعود ص190)

حضرت مصلح موعود کے مقدس شمائل اور پاکیزہ اخلاق

محنت، خدمت خلق، حکمت، مستقل مزاجی، عزت و تکریم اور اولوالعزمی

مکرم مولوی عبدالرحمان انور صاحب

قومی رقوم کی حفاظت

میں جن دنوں انچارج تحریک جدید تھا۔ حضرت مصلح موعود نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مبلغ پانچ صد روپے کی رقم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو پہنچاؤں اور حضور کے اس ارشاد سے بھی اطلاع دوں کہ چونکہ یہ رقم ایک قومی امانت ہے جسے فلاں دوست کو پہنچانا ہے اور وہ بذریعہ ریل گاڑی جا رہے ہیں اس لئے اس رقم کو اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں رکھ کر اوپر سے اسے سی لیں۔ تا کہ جیب سے گرنے کا خطرہ نہ رہے اور حضور نے مجھے ہدایت فرمائی کہ خاکسار یہ سارا کام اپنے سامنے کروا کر حضور کو اطلاع دے کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل ہوگئی۔ یہ رقم کوئی بڑی رقم نہیں تھی لیکن قومی رقوم کی حفاظت کے لئے ایک ذمہ دار عزیز کے لئے اس قدر تاکیدی ہدایات سے حضور کے علو مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

محنت میں عظمت

حضرت مصلح موعود نے نوجوانوں میں صنعت وحرفت کا شوق پیدا کرنے کے لئے دارالصناعت کا کارخانہ قائم فرمایا جس میں لکڑی، لوہے اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا تھا۔ جب ابتدائی انتظامات مکمل ہوکر اس کے افتتاح کا موقعہ ہوا تو حضور بنفس نفیس خود تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے رندہ کے ذریعہ لکڑی کو صاف کیا اور یہ کام کر کے سیکھنے والے بچوں کے دل میں خود کام کرنے کے جذبہ کی عزت کو بڑھایا اور ثابت کیا کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کرنا ذلت نہیں بلکہ عزت کا موجب ہے۔ میرے والد صاحب بزرگوار مکرم مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی مرحوم ان دنوں سپرنٹنڈنٹ دارالصناعت تھے۔ انہوں نے اس برادہ اور تختی کو محفوظ کرلیا تھا اور ایک شیشے کے فریم میں رکھ کر فریم پر یادگار افتتاح دارالصناعت لکھ کر دفتر میں لٹکا دیا تھا کہ بعد میں آنے والے نوجوانوں کے لئے بھی سبق کا موجب ہو لیکن 1947ء کے بعد وہ فریم قادیان ہی میں رہ گیا۔

صحیح فرض کی طرف رہنمائی

قادیان میں ایک دفعہ حضرت مصلح موعود کا ایک ذاتی خادم دفتر تحریک جدید میں آیا اور کہا کہ حضور نے باہر کے محلّہ میں ایک شخص سے کوئی چیز منگائی ہے۔ اگر سائیکل دفتر کا مل جائے تو جلدی لے کر آجاؤں۔ چونکہ اس وقت دفتر کا سائیکل فارغ تھا۔ میں نے اسے وہ سائیکل دے دیا اور وہ پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر سائیکل واپس کر گیا اور وہ چیز حضور کی خدمت میں پیش کردی۔ حضور نے اس سے دریافت فرمایا کہ اتنی جلدی کس طرح سے لے آئے۔ اس نے کہا کہ دفتر تحریک جدید سے سائیکل لے لیا تھا۔ اس طرح سے جلد لے آیا۔ اس پر حضور نے مجھے فوراً یاد فرمایا اور فرمایا کہ اسے دفتر کا سائیکل کیوں دیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کا خادم تھا۔ حضور کے کام کے لئے ہی جانا تھا اور دفتر کا سائیکل فارغ تھا۔ اس لئے دے دیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ ذاتی کام کے لئے دفتر کا سائیکل دینا درست نہ تھا۔ اس طرح سے حضور نے صحیح فرض کی طرف رہنمائی فرمائی۔

روزانہ رپورٹ کی اہمیت

حضرت مصلح موعود کی طرف سے تاکیدی ہدایت تھی کہ جملہ واقفین زندگی روزانہ اپنی ڈائری کو لکھ کر ہی سویا کریں اور دفتر تحریک جدید کے لئے بھی یہی ہدایت تھی کہ دفتر بند کرنے سے پہلے روزانہ اپنی رپورٹ ضرور بھجوائی جایا کرے۔ جس میں اس دن کے کام کا مختصر ذکر ہو جو کیا گیا ہے اور جن کاموں کے لئے حضور نے ہدایت دی ہوئی ہے اور ان کو آج نہیں کیا جاسکا۔ ان کو کس طور پر کل کرنا ہے حضور کا معمول تھا کہ رپورٹ ملتے ہی اسے ملاحظہ فرماتے اور جو ہدایت ضروری ہوتی تھی فوراً بذریعہ ڈکٹوفون دیتے تھے اور اگر رپورٹ کے دینے کے بعد 15/50 منٹ تک کوئی کال نہ ہوئی ہوتی تو سمجھا جاتا تھا کہ رپورٹ میں مندرجہ امور کے متعلق حضور کو تسلی ہے کیونکہ حضور فرماتے تھے کہ میری طبیعت ایسی ہے کہ غلطی کی اصلاح کئے بغیر آگے نہیں گزر سکتی اور فرض شناس طبیعت کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔

مستقل مزاجی اور اولوالعزمی

قادیان میں گرمی کے موسم میں سکولوں کے طلباء اس نہر پر جایا کرتے تھے جو قادیان سے دو میل کے فاصلے پر موضع تتلے کے پاس سے گزرتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی بعض دفعہ اس موقعہ پر شرف شمولیت بخشا کرتے تھے اور پانی میں فٹ بال کو ہاتھوں سے کنارے کے باہر پھینکنے کی کھیل میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ طے پایا کہ نہر کے بہاؤ کے مطابق تتلے کے پل کے پاس سے احباب نہر میں تیرنا شروع کریں۔ دیکھیں کون زیادہ دیر تک تیرتا رہتا ہے۔ چنانچہ جملہ احباب نے جو اس ٹرپ پر گئے تھے تیرنا شروع کیا۔ ان میں مدرسہ احمدیہ کی آخری کلاسوں اور ہائی سکول کے طلباء اور اساتذہ اور دیگر قادیان کے نوجوان بھی شامل تھے۔ چنانچہ اگلے پل کے بالکل پاس تک صرف حضور ہی تیرتے رہے۔ باقی احباب تھک کر پانی میں چلتے چلتے ہمراہ رہے۔ یہ فاصلہ ڈیڑھ دو میل کے قریب بنتا ہے۔ اس سے حضور کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مضامین لکھنے کی تاکید

واقفین زندگی کے لئے حضرت مصلح موعود نے یہ لازمی قرار دیا تھا کہ کسی نہ کسی موضوع پر ہفتہ میں ایک مضمون لکھا کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد بعض نوجوان دقت محسوس کرنے لگے کہ ہر ہفتہ کس طرح نیا عنوان تلاش کیا جایا کرے اور اس مشکل کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر حضور نے یہ ہدایت جاری فرمائی کہ اس دفعہ ایسا کیا جائے کہ اخبار الفضل کے تازہ پرچہ کے پہلے صفحہ سے جس قدر زیادہ سے زیادہ عنوان حاصل کئے جاسکیں، واقفین ان کی لسٹ تیار کریں اور رہنمائی اس طرح فرمائی کہ مثلاً یہ فقرہ سب سے پہلے ہے کہ ”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“۔ اس میں ایک عنوان ”خدا“ بن سکتا ہے۔ دوسرا ”فضل“ تیسرا ”رحم“ اس طرح سے ایک ایک فقرے سے متعدد عنوان معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ کے بعد پھر نوجوانوں کی طرف سے عنوان کے تلاش کرنے میں کسی دقت کا علم نہ ہوا۔

خدام کے لئے تکریم

حضرت مصلح موعود کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ”صاحب“ کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو ”چوہدری برکت علی خان صاحب“ پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ”صاحب“ کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ دیکھیں میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔

خدمت خلق کا ایک انداز

قادیان کے پنڈت ملاوامل سے اکثر احمدی واقف ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اس وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ان کا خاص خیال تھا اور اس امر سے بھی حضور واقف تھے کہ براہ راست وہ نقدی کی امداد لینے کو بھی پسند نہ کرتے تھے لیکن ان کے احمدیوں کے ساتھ اچھے مراسم کی وجہ سے ان کی عطاری کی دکان زیادہ اچھی طرح نہ چلتی تھی اور ان کی حالت پتلی تھی۔

اس پر حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جو معروف دوائیں مرکبات کی قسم کی ان کے پاس موجود ہیں ان کا علم حاصل کر کے کئی سو روپے کی دوائیں ان سے خرید لی جائیں اور اپنے سائیکل سرویز واقفین زندگی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔ اس طرح سے جو منافع ہوگا اس سے پنڈت ملاوامل صاحب کی بھی امداد ہوجائے گی اور حضور کی طرف سے نقدی کی امداد کی صورت بھی ظاہری صورت میں نہ ہوگی۔ چنانچہ اس طرح سے پنڈت ملاوامل صاحب کی وہ تقریباً سب دوائیں بک گئیں جو اب تک نہ بکنے کی وجہ سے خراب ہونے والی تھیں اور ساتھ ہی بہت سے غریب لوگوں کے لئے بھی فائدہ کا سامان پیدا ہوگیا۔

مصلحت اور حکمت کا رنگ

حضرت مصلح موعود کا کوئی فعل خواہ وہ کس قدر معمولی سے معمولی ہو اپنے اندر مصلحت اور حکمت رکھتا ہے۔ چائے بنانا ایک عام چیز ہے اور عموماً لوگ سب سے پہلے پیالی میں قہوہ ڈالتے ہیں۔ پھر دودھ اور پھر چینی لیکن کبھی غور نہیں کیا جاتا کہ کیا اس ترتیب سے تیار کرنے پر چائے کی غرض بھی پوری ہوتی ہے یا نہیں؟ جو سب سے پہلے خصوصاً موسم سرما میں یہ ہوتی ہے کہ چائے گرم ملے۔ حضور نے جب بھی چائے بنائی یا دوسروں کو مروجہ طریق پر چائے بناتے دیکھا تو توجہ دلائی کہ سب سے پہلے پیالی میں چینی ڈالنی مناسب ہے تا کہ اگر میز پر گفتگو کی وجہ سے چینی ضرورت سے زیادہ پڑ جائے تو اس کے بعد دودھ ڈالنے سے پیشتر کمی بھی ہوسکتی ہے۔ پھر دودھ ڈال کر اس چینی کو دودھ میں حل کرلیا جائے اس طرح اگر دودھ میں چینی حل کرتے ہوئے دودھ کسی قدر ٹھنڈا بھی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ پھر اس میں آخر قہوہ ڈالتے وقت گرم قہوہ سے چائے کی پیالی زیادہ سے زیادہ گرم ہوگی ورنہ اکثر طور پر یہی ہوتا ہے کہ عام دستور کے مطابق چینی کو حل کرتے ہوئے چائے کی پیالی ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔ پس اگرچہ یہ کوئی شرعی امر نہیں ہے لیکن ہر کام کو اس کی ضرورت اور حکمت کو ملحوظ رکھ کر کرنا ہی درست طریق ہوتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دینی کاموں کو بھی ان کی حکمت ملحوظ رکھ کر سرانجام دینے کی عادت ہوگی جو دوہرے فائدے کا موجب ہوگی۔

(ماہنامہ خالد 1961ء)

مقام محمود

تیری توقیر بڑی ہے تری عظمت کی قسم
میں نے دیکھا ہے تجھے چشم بصیرت کی قسم
تجھ سے باقی ہے بہاروں کا ظہور پُر نُور
مسکراتے ہوئے پھولوں کی لطافت کی قسم
تو وہی جلوۂ موعود ہے دنیا کے لئے
مجھ کو احساس درخشاں کی بشارت کی قسم
ہم نے تسلیم کیا تجھ کو بشیر الدّولہ
تیرے پھیلے ہوئے گنجینۂ رحمت کی قسم
تجھ پہ صادق ہے بہت فضل عمر کی نسبت
تیرے بُشرے کی قسم تیری شباہت کی قسم
وہ زمیں جس پہ گرے تیرے لہو کے قطرے
ذرے کھاتے ہیں وہاں بھی تری رفعت کی قسم
میں نے اس دور میں دیکھی ہے حیات جاوید
مجھ کو اس دور میں بیداریٔ ملت کی قسم
سایہ افگن ہیں ترے سر پہ خدا کے انوار
مجھ کو اس راہ میں پھیلی ہوئی رحمت کی قسم
تیرے پیغام سے گونجے درو بام ہستی
تیرے پیغامِ حقیقت کی صداقت کی قسم
تو نے بخشا ہے ہمیں حسنِ عمل حُسن یقیں
تیرے افکار ترے زور خطابت کی قسم
نام محمود پہ ہم حرف نہ آنے دینگے
جرأتِ دل کی قسم روحِ شجاعت کی قسم
چھین لیں گے ترے افکار کو زندہ کر کے
تیری الفت کی قسم اپنی عقیدت کی قسم
ہم تری روح کو پھونکیں گے ہر اک پیکر میں
چرخِ تقدیس کے ہر اخترِ عظمت کی قسم

اختر گوبندپوری

حضرت مصلح موعود کی شخصیت کے بعض امتیازات

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان

جو لوگ سلسلہ کے لٹریچر سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو حضرت مسیح موعود کی چالیس روزہ متضرعانہ دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے دنیا میں احمدیت کی نشوونما اور استحکام جیسے عظیم الشان مقاصد کی تکمیل کے لئے بھیجا تھا اور حضرت مسیح موعود کو آپ کے متعلق بکثرت بشارات دی تھیں جن میں آپ کی زندگی کی خصوصیات کے بارے میں چار پانچ درجن صفات بیان کی گئی تھیں۔ آپ حسب وعدۂ الٰہی ان صفات کو لے کر آئے اور پھر وقت آنے پر آپ نے جس اعلیٰ انداز میں ان صفات و کارناموں کو امتیازی رنگ میں ظاہر کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ نے جن اخلاق حسنہ اور جس اعلیٰ کردار و سیرت کا نمونہ دکھایا اس پر غیر متعصب محققین بھی عش عش کر اٹھے۔ آپ کے وجود بابرکت سے روحانیت، قیادت، نظم و ضبط، جذبۂ خدمت خلق و احمدیت اور اعلیٰ علمی و سیاسی قابلیت کے جو جوہر کھلے ان کی داد دینا منصف مزاج حضرات اپنا فرض سمجھتے تھے۔

آپ کی سیرت کے حالات کے بیان کے لئے تو کئی دفتر چاہئیں۔ میں اس مضمون کے بعض پہلوؤں پر اختصار سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

بلند پایہ روحانیت

آپ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والا ایک نظر سے ہی تاڑ جاتا تھا کہ آپ کی ہستی غیر معمولی روحانیت کی حامل ہے۔ آپ کے چہرہ سے وہ نور چمکتا تھا جو دلوں کو مسحور کر لیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں آپ کے متعلق بتایا تھا کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ اس وعدہ و بشارت کے تحت آپ کو رویا و کشوف و الہامات اور خدائی تائیدات کا ایک سلسلہ حاصل تھا اور آپ کے تمام کاموں میں ایک الٰہی روح کام کرتی نظر آتی تھی جس کام کو بھی آپ ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے اس میں خدا کی تائید آپ کے شامل حال ہوتی اور اس میں خدا کا ہاتھ کام کرتا نظر آتا اور یہی روح تھی جو آپ کو ہر کام میں کامیابی کی طرف لے جاتی تھی اور آپ کا کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ 1934ء کے زمانہ میں خدا کے ہاتھ نے جس طرح آپ کو سنبھالا اور دشمن اور حکومت پنجاب کے مقابلہ میں فتح یاب کیا اسے ایک دنیا جانتی ہے حکومت کو مجبور ہو کر معافی مانگنی پڑی۔

تقسیم ملکی کے بعد 1953ء میں جب پاکستان میں مخالفین نے مل کر جماعت کو نیست و نابود کرنا چاہا اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور جماعت احمدیہ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو آپ نے برملا وارننگ دی کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ وہ میری طرف دوڑا چلا آ رہا ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے کس طرح آپ کو کامیاب و کامران کر کے اپنی معیت و تائید کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس خدائی تائید کے سبب آپ کی وہی روحانیت ہی تھی جس کا خدا نے آپ کے متعلق وعدہ دیا تھا۔ آپ کی اس روحانیت کے متعلق بعض غیر از جماعت افراد نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے اور دراصل یہی وہ بنیادی خصوصیت و امتیاز تھا جس کی مثال دنیا میں فی زمانہ نہ مل سکتی تھی۔

جذبۂ ہمدردی اور خدمت احمدیت

آپ کا جذبۂ خدمت خلق و احمدیت کا پتہ آپ کی زندگی کے اس واقعہ سے نمایاں طور پر لگتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود کی وفات ہوئی تھی تمام عمائدین سلسلہ حضرت کی نعش مبارک کے پاس کھڑے تھے اور ان میں سے کسی کو بھی وہ بات نہ سوجھی جو اس نوجوان کو سوجھی۔ آپ نے حضرت اقدس کی نعش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تمام لوگ آپ کو چھوڑ دیں تو میں اکیلا ہی آپ کے مشن کو چلاؤں گا۔ یہ وہ اعلان تھا جس نے تمام مجمع کو حیران کر دیا اور انہوں نے دل سے آپ کے اولوالعزم ہونے کا یقین و اعتراف کیا اور بعد کے واقعات نے آپ کے اس اعلان کی سو فیصدی تصدیق کر دی۔ ان عمائدین نے حضرت اقدس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے اور سمجھ لیا کہ قادیان کا مشن ختم ہو جائے گا مگر یہ کس طرح ممکن تھا اگرچہ ان عمائدین نے یہ کہہ کر علیحدگی اختیار کر لی کہ قوم کی باگ ڈور ایک ناتجربہ کار بچہ کے ہاتھ میں کس طرح دی جا سکتی ہے لیکن آپ نے جماعت کی ایسی قیادت کی کہ آخر وہی لوگ اس امر کا اظہار کرنے لگے کہ آپ ان کے مقابلہ میں کامیاب و کامران اور وہ عمائدین ناکام ہو گئے ہیں۔

آپ کے اسی جذبہ کے تحت دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں احمدیت کے کامیاب مشن قائم ہوئے، بیوت الذکر بنیں، تراجم قرآن کریم کے علاوہ بکثرت شاندار لٹریچر تیار ہوا۔ مربیان منظر عام پر آئے جنہوں نے تن من دھن سے دین حق کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ مضبوط و مستحکم مالی نظام قائم ہوا۔ اور دین حق کے لئے جائیدادیں اور اوقاف تیار ہوئے جن کے ذریعہ سے جماعت کا قدم ایک بلند و محکم مینار پر جا پڑا کہ آج مخالفین بھی اس کا لوہا ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ آپ کی اولوالعزمی کے نتیجہ میں بڑی بڑی مخالف جماعتیں اپنی جگہ سے ہل گئیں۔ اسی جذبۂ خدمت کے تحت آپ نے حیدر آباد کے نظام، والیٔ کابل امیر امان اللہ خاں اور لارڈ اردن کے لئے تحفے تیار کئے اور ویمبلے کانفرنس لندن کے لئے 1924ء میں ''احمدیت'' جیسی اعلیٰ کتاب تیار کی جو دین کا صحیح تصور پیش کرتی ہے۔

نظم و ضبط کی بہترین صلاحیت

آپ نے جماعت کے نظم و ضبط کو بھی اس رنگ میں قائم کیا کہ وہ جماعت کے بڑھنے اور استحکام پکڑنے کا موجب بنا۔ دفتری نظام کو اس اسلوب سے چلایا کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اس جماعت کی تنظیم گورنمنٹ کی تنظیم سے کسی طرح کم اہمیت نہیں رکھتی۔ پھر مرکز اور بیرونی جماعتوں میں مقامی مجالس عاملہ کے علاوہ دیگر بہت سی مردانہ و زنانہ مجالس کو قائم کر کے تنظیم کو ایسی اعلیٰ شکل دی کہ جماعت کا ہر فرد احمدیت کا سپاہی بن گیا۔

آپ کا جماعت پر بڑا رعب تھا اور یہ مجالس آپ کے اس غیر معمولی رعب و عظمت کے تحت ایک ضبط و کنٹرول کے ساتھ ہمہ تن مصروف عمل رہتی تھیں۔ یہ اسی تنظیم ہی کا نتیجہ تھا کہ مرکز اور مرکز سے باہر دور دراز کی جماعتیں اور افراد دعوت الی اللہ، خدمت احمدیت کو اپنا اولین فرض سمجھتے تھے اور پوری جانفشانی سے ان خدمات کو بجا لانا اپنے لئے موجب فخر جانتے تھے۔

اعلیٰ علمی و سیاسی خدمات

یہ آپ کی اعلیٰ علمی و سیاسی قابلیت ہی کا نتیجہ ہے کہ سلسلہ کو غیر معمولی لٹریچر حاصل ہوا ہے۔ آپ نے وقت کی ضروریات کے مطابق نہایت کوشش و توجہ سے لٹریچر پیدا کیا اور نہ صرف جماعت کی بلکہ عام مسلمانوں و ہندوؤں و انگریزوں کی سیاسی رہنمائی بھی فرمائی اور سب کو وقت پر صحیح اور جائز لائنوں پر کام کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔

حضور نے دوسروں کے حقوق کی نگہداشت و ادائیگی کا خیال رکھنے کے لئے توجہ دلانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ حکومت وقت کو ہر قوم کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور ان پر یہ بات واضح کرنے کے لئے پورا زور صرف کر دیا کہ اس دنیا کا ایک خالق و مالک ہے جس کے سامنے سب اقوام و حکومتوں کو جواب دینا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ خوف خدا سے کام لے کر سب کے حقوق ادا کریں اس سے محبت کا جذبہ ترقی کرے گا اور اتحاد و امن کو تقویت حاصل ہوگی۔

غیر معمولی ذہنی اور جسمانی محنت

محنت و جفاکشی بھی آپ کا ایک خاص امتیاز تھا۔ آپ دوسروں سے بہت زیادہ محنت کرتے تھے اور جفاکشی سے کام لیتے تھے۔ دن رات کی محنت اور مساعی کی وجہ سے آپ دائم المریض بھی رہتے مگر خدمت خلق کے جذبہ کے تحت اس محنت میں کمی نہ آنے دیتے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والے اگرچہ گھبرا جاتے تھے مگر آپ نے اپنی محنت اور مسلسل و پیہم مساعی کے اعلیٰ نمونہ کے ذریعہ سے جماعت کے اندر کام کرنے کی خاص روح پیدا کر دی تھی۔ آپ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ تمام محکموں کے کارکن روز کا کام روز ختم کریں اور آج کا کام کل پر نہ ڈالا کریں۔ آپ کے اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوتی تھی اور وہ اس وقت تک کام سے الگ نہ ہوتے تھے جب تک کہ وہ اپنا کام ختم نہ کر لیتے تھے۔ کارکنان پوری سنجیدگی کے ساتھ ہمہ تن مصروف عمل رہتے اور اپنے دفتری اوقات کے بعد بھی اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں لگے رہتے۔ آپ کے یہ اوصاف جماعت کے اندر جلوہ گر تھے اور وہ بھی آپ کی سیرت و سوانح کا عملی نمونہ پیش کرنے کی وجہ سے قابل تحسین سمجھی جاتی تھی۔

غرضیکہ آپ اپنی سیرت و کردار کے لحاظ سے دین حق کی جلیل القدر ہستیوں میں سے ایک خاص قابل قدر اور امتیازی خصوصیت رکھنے والی ہستی تھے جس پر احمدیت کو بڑا ناز و فخر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک وجود کے ذریعہ سے دین حق کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور اسے کامیابی کے راستہ پر ڈال دیا۔ حضرت مسیح موعود نے جس درخت کی تخم ریزی کی تھی۔ اسے آپ نے بڑھنے پھلنے اور پھولنے کے قابل بنایا اور جو نور وہ لے کر آئے تھے اس کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا موجب بنے۔